شجاعت حیدری:

جہاں گفتار و رفتار میں آپ اپنی ماں شہزادی کونین سے مشابہ تھیں وہیں شجاعت و دلیری میں اپنے بابا علیؑ کی ورثہ دار تھیں۔

جنگ جمل کے دوران آپکو معلوم ہوتا ہے کہ حفصہ نے ایک محفل بپا کی ہے جس میں اس وقت کی مشہور مغنیہ عورتیں حضرت علیؑ کے اوپر لعن وطعن کرنے کے لئے اشعار کے پیرایہ میں حضرتؑ سے اپنے بغض وکینہ کا اظہار کریں گی اور حاضرین تالیاں بجا کرانکے اس مذموم عمل میں شریک ہوں گی۔

چنانچہ آپ اس جگہ تشریف لے جاتی ہیں جہاں حفصہ کے ساتھ ساتھ دیگر عورتیں امیر المومنینؑ کی گستاخی کے لئے جمع تھیں اور آپکی مذمت میں اشعار پڑھے جارہے تھے آپ حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے غضبناک لہجے میں فرماتی ہیں: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ تم آج علیؑ سے دل میں رکھے بغض وعناد کو ظاہر کررہی ہو اس سے پہلے بھی علیؑ کے بھائی محمد مصطفے (ص) کے ساتھ بھی تمہارا یہی شیوہ تھا یہاں تک کہ اس سلسلہ میں خدا نے جو چاہا وہی کیا اور یہ آیت نازل کی (جس میں پیغمبر اسلام (ص) کے شہد کھانے پر آپکی کچھ ازواج (جس میں حفصہ بھی شامل تھیں) کو اعتراض ہوتا ہے اور انکے دل میں حضور (ص) کو لیکر دیگر ازواج کے ساتھ حسد پیدا ہوتا ہے تو ان کی مذمت میں آیت نازل ہوتی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (ترجمہ علامہ جوادی (۲۸ پارہ ص ۱۱۵۳)

''ان تطوبی الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فانّ اللہ ھو مولیہ و جبریل و صالح المؤمنین و االملائکۃ بعد ذالک ظھیر'' ترجمہ: اب تم دونوں توبہ کرو کہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے ورنہ اگر اسکے خلاف اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اسکا سرپرست ہے اور جبرئیل اور نیک مومن اور ملائکہ سب اسکے مددگار ہیں۔ (تحریم، آیہ ۴ ترجمہ: علامہ جوادی ص ۱۱۵۳)

آپکی اس متدل گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ حفصہ نے اپنے ہی ہاتھوں سے اس کاغذ کو پارہ پارہ کردیا جس میں امام علیؑ کے سلسلہ میں گستاخانہ اشعار درج تھے۔ (ام کلثوم ص ۲۰)

حاسدوں کی بزم میں جا کر اپنے بابا کا یوں دفاع، اور حسد کرنے والوں کے منھ کو یوں انکی مذمت میں نازل ہونے والی آیت پڑھ کر بند کر دینا یہ کام وہی بیٹی کرسکتی ہے جو شجاعت حیدری کی

وارث ہو۔

☆جب اسیران حرم کو شام سے مدینہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یزید کے حکم سے لوٹا گیا مال واپس لایا گیا اور اسے واپس کرنے کے بعد یزید نے حکم دیا کہ ریشمی چادروں کو بچھا کر اسے زر و جواہر سے بھر دیا جائے جب ریشمی چادریں مختلف اموال سے بھر گئیں تو یزید نے جناب ام کلثوم (علیھا السلام) سے کہا: خذو اھذہ الاموال عوض ما اصابکم'' ہم نے جو کچھ بھی تمہیں تکلیف پہونچائی ہے اسکے بدلے میں یہ مال لے لو۔

علیؑ کی بیٹی نے یزید کی یہ مکارانہ چال دیکھی تو دو ٹوک لہجے میں غضبناک ہو کر فرمایا: یا یزید ما اقلّ حیائک و اصلب وجھک ,تقتلا اخی و اھل بیتی و تعطینی عوضھم مالا, واللہ لا کان ذالک ابدا'' ترجمہ: اے یزید تو کس قدر بے حیا، بے شرم اور سخت دل ہے کہ تو نے میرے بھائی اور میرے گھر والوں کو پہلے تو قتل کیا اور اب چاہتا ہے کہ مال دنیا کے ذریعہ اسکا حساب چکائے خدا کی قسم علیؑ کی بیٹی کبھی یہ منظور نہیں کریگی، یزید جب یہ سنا تو خاموش ہو گیا اور نہ صرف یہ کہ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ نعمان بن بشیر کی سرپرستی میں یہ تاکید کرتے ہوئے کہ اس گھرانے کے ساتھ ذرہ برابر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اہل حرم کو مدینہ روانہ کر دیا ۔

> شہید مقصد پر قربان ہو جاتا ہے اسکا خون یہ اعلان ضرور کرتا ہے کہ ناحق قتل کیا گیا، لیکن اس قتل کے پیچھے کیا مقصد تھا یہ خون نہیں بتاتا اس مقصد کو بیان کرتی ہیں وہ ہستیاں جو شہید کے مقصد کی پاسبان ہیں۔

سچ ہے اپنے بھائی کے قاتل یزید جیسے سفاک درندے کو اسکی اوقات بتانا اور اسے منھ پر کھلے الفاظ میں بے شرم او بے حیا کہنا ایک دلیر انسان کی دلیر بیٹی کا ہی کارنامہ ہوسکتا ہے۔

فصاحت و بلاغت:

آپکی فصاحت و بلاغت کے سلسلہ میں تاریخوں میں ملتا ہے کہ''ام کلثوم (علیھا السلام) کانت فھیمۃ جدا و ذات فصاحتہ'' آپ فہم و فراست کے ساتھ ساتھ صاحب فصاحت و

بلاغت بھی تھیں۔ (اعلام النساء ص ۱۸۲)

’’آپ کی گفتگو فصیح و بلیغ ہوتی تھی اور اسی کے ذریعہ آپ نے اسیری کے دوران ظلم و ستم کے خلاف معرکۃ الآراء خطبے دیکر حکام ظلم و جور کو بے نقاب کیا‘‘ (مقتل الحسین مقرم)

آپ اپنے زمانے کی جلیل القدر خواتین میں شمار ہوتی تھیں اور آپکی فہم و فراست اور فصاحت و بلاغت کا ذکر تاریخی منابع میں جا بجا مل جائے گا۔ (ریحانۃ الادب جلد ۸ ص ۳۲۴)

جب آپ مدینہ میں داخل ہوئیں اس وقت بھی آپ نے جن اشعار کے ذریعہ اپنی اور خاندان رسول (ص) کی پہچان بتائی ہے وہ بھی بے بدیل ہیں۔

فرماتی ہیں : "نحن بنات یسین و طه نحن الصابرات علی البلایا نحن الصادقون الناصحون۔۔" ہم یٰسین اور طٰہ کے لقب سے جانے جانے والے رسول کی بیٹیاں ہیں، ہم مصائب و شدائد پر صبر کرنے والے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ہم وہ لوگ ہیں جنھیں صادقین اور ناصحین کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جب اسیران حرم وارد کوفہ ہوئے اور آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جنہوں نے پہلے تو آپکے بھائی کو خطوط لکھ کر بلایا اور پھر کربلا میں یک و تنہا چھوڑ دیا تو آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے فی البداہہ کچھ اشعار پڑھے جو اسطرح تھے۔

سفکتم دماء حرم اللہ سفکھا و حرمتھا القرآن ثم محمد۔۔۔

تم نے وہ خون مباح جانا ہے جسے قرآن اور رسول اللہ نے حرام جانا تھا۔ (لھوف ص ٦٦)

پھر فرماتی ہیں: قتلتم اخی صبرا فویل لامکم ستتجزون نارا حرّھا یتوقد

الا فابشروا بالنارّ انکم غدا لفی سقر حق ایقینا تدخلدوا

وانی لابکی فی حیاتی علی اخی علی خیر من بعد النبی سیولد

بدمع غزیر مستھل مکفکف علی الخدمنی دائما لیس یجمد

تم نے جو میرے بھائی کو رلا رلا کر شہید کیا ہے تمہاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں تمھارے اس عمل کے عتاب میں عنقریب ہی بھڑکتی ہوئی آگ تمہارے پیچھے آنے والی ہے۔اور تمھیں آگاہ کرتی

ہوں کہ تم کل جھنم کی بڑھکتی ہوئی آگ میں جلنے کے لئے تیار ہوجاؤ اس میں ذرا بھی شک نہ کرنا کہ تمھارا ٹھکانہ جھنم کا ابدی عذاب ہے میں جیتے جی اپنے بھائی پر روتی رہوں گی بھلا اس بھائی پر کیونکر نہ روؤں جو بعد رسول (ص) بہترین لوگوں میں تھا میں اپنے بھائی پر روؤں گی اور یوں روؤں گی کہ ہمیشہ آنسو میرے رخساروں پر ڈھلکتے رہیں گے اور کبھی خشک نہ ہوں گے۔

سحر انگیز بیان اور آتشین خطبے:

جب آپ نے کوفے کے لوگوں کو بالا خانوں چھتوں اور ٹیلوں پر چڑھ کر اھلبیت اطہار (علیھم السلام) کے اسیروں کا تماشہ دیکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے انکو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ائے کوفہ کے لوگو! وائے ہو تم پر تم نے کیوں میرے بابا (حسین) کو اکیلا چھوڑ دیا؟ کیوں مرے بابا کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے؟ اسکے بعد اہل حرم کو کیوں اسیر کیا؟

کیا تمہارے پاس اسکا کوئی جواب ہے؟ تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہے تم نے کسے قتل کیا ہے؟ تم نے اسے قتل کیا ہے پیغمبر (ص) کے بعد جسکا کوئی مثل نہ تھا تم نے اسکا خون بہایا ہے کہ خدا قرآن اور پیغمبر (ص) نے جسکے خون کو حرمت بخشی تھی۔ (ام کلثوم ص ۳۶)

ایک مقام پر جناب ام کلثوم (علیہا السلام) نے وہ معرکۃ الآراء خطبہ دیا کہ لوگوں کی فریادیں بلند ہو گئیں راوی کہتا ہے کہ ہر طرف سے نالہ وشیون کی آوازیں بلند تھیں ہر ایک رو رہا تھا عورتوں نے اپنے بالوں کو بکھرایا ہوا تھا اور بالوں پر خاک ڈال رہی تھیں اپنے رخساروں پر طمانچہ مار رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کاش ہمیں موت آجاتی اور ہم یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتے۔ آپکا خطبہ جب ختم ہوا تو زن ومرد میں کوئی ایسا نہ تھا جسکے گریہ کی آواز بلند نہ ہو۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار)

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے نہ صرف کوفہ اور شام کے بازاروں میں بلکہ ابن زیاد کے دربار میں بھی وہ معرکۃ الآراء تقریر کی کہ پورا دربار دہل کر رہ گیا۔ (ام کلثوم ص ۲۷)

خاتون جنت کی بیٹی اور پردہ:

جب ام کلثوم نے یہ عالم دیکھا کہ لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہیں تو پورے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "یا اهل الکوفه! اما تستحیون من الله و رسوله ان تنظروا الی حرم النبی (ص)

اے کوفہ کے لوگوں تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اھلبیت نبی (ص) کو (بے پردہ) دیکھ رہے ہو؟
(مقتل الحسین مقرم ص ۴۰۰)

دردناک مرثیہ:

جب لٹا ہوا قافلہ مدینہ کی طرف آنے لگا اور دور سے مدینہ کے در و دیوار دکھنے لگے تو آپ نے جو دردناک مرثیہ پڑھا ہے وہ آج بھی ہر محب اہلبیت کو بے چین کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

مدینة جدنا لا تقبلینا — فبالحسرات والاحزان جئنا
الا فاخبر رسول اللہ عنا — بانّا قد فجعنا فی ابینا
خرجنا منک بالاھلین جمعا — رجعنا لا رجال و لا بنینا

اے ہمارے نانا کے مدینہ ہمارے آنے کو قبول نہ کرنا اسلئے کہ ہم حزن واندوہ کی سوغات لے کر تیرے پاس آئے ہیں، اے مدینہ ہماری جانب سے ہمارے نانا رسول اللہ کو یہ خبر دینا کہ ہم اپنے خاندان والوں کے غم میں نڈھال ہیں اے نانا کے مدینہ جب ہم تیری خاک سے رخصت ہوئے تھے تو ہمارے ساتھ ہمارے تمام اہل وعیال صحیح وسالم تھے لیکن آج جب پلٹ رہے ہیں نہ ہمارے مرد ہمارے ساتھ ہیں نہ ہمارے بچے۔۔۔
(معالی السبطین جلد ۲ ص ۲۰۷، اعلام النساء، ۲۰۲ و الملھوف، ص، ۶۵)

بھائی بہن کی محبت:

جب امام حسینؑ میدان کارزار کی طرف نکلے تو آپ کا کوئی یاور و مددگار نہ بچا تھا امام زین العابدین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اب بابا تن تنہا جہاد کے لئے جانا چاہتے ہیں تو تمام تر ضعف و ناتوانی کے باوجود چاہتے تھے کہ میدان جہاد میں جا کر بابا کی نصرت کریں بیمار امام کو جب ام کلثوم (علیہا السلام) نے یوں جنگ کے لئے بے تاب دیکھا تو فرمایا: بیٹا تم اس نقاہت کے عالم میں کہاں جا رہے ہو؟ امام سجاد علیہ السلام نے کہا پھوپھی جان: مجھے نہ روکیں مجھے جانے دیں کہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں جب سید الشھداءؑ نے یہ سنا تو جناب ام کلثومؑ سے فرمایا بہن بھتیجے کو میدان میں جانے سے روکو جناب ام کلثوم نے بیمار بھتیجے کو سہارا دیکر سنبھالا۔ (منتھی الآمال)

لیکن جب خود بھائی کو رخصت کرنے کا وقت آیا تو چاہنے والی بہن اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکی۔ امام حسینؑ جب رخصت آخر کے لئے اپنی چھوٹی بہن ام کلثوم کے پاس آئے تو بہن سے رہا نہ گیا آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے ہچکیاں بندھ گئیں تھیں امامؑ نے بہن کو جب دلاسہ دیا تو بہن نے حسرت بھری نظروں سے بھائی کو دیکھا اور فرمایا: بھیا! آپ کے بعد ہمارا کیا ہوگا؟ ہمیں کون پوچھے گا ہم کس کے سہارے جیئیں گے امام علیہ السلام نے فرمایا: بہن صبر کرنا ایک دن دنیا کی ہر شئی کو فنا ہے ہر ایک کو خدا کی بارگاہ میں حاضری دینا ہے۔

(الخصائص الحسینیہ وام کلثوم ص ۲۸)

جاتے جاتے امام علیہ السلام نے بہن کے چہرے پر نظر ڈالی اور فرمایا: بہن! شاہد رہنا کہ میں اس قوم کی طرف جا رہا ہوں، میں جا رہا ہوں اور تمہیں صبر اور نیکی کی تلقین کرتا ہوں۔ (نفس المھموم)

بھائی نے چلتے چلتے جو وصیت کی تھی بہن نے اسے بحسن وخوبی نبھایا اور ہر ہر مقام پر صبر کیا کوفہ اور شام کے بازاروں میں دربدر پھرائی گئی کبھی یزید کے دربار تو کبھی ابن زیاد کے دربار لیکن زبان نہ کھلی زبان کھلی بھی تو صرف بھائی کے مقصد کی ترجمانی کرنے کے لئے کھلی ام کلثومؑ نے دنیا والوں کو درس دیا کہ دین حق کی نصرت کس طرح مصائب وآلام میں گھر جانے کے بعد بھی کی جاتی ہے، اور کس طرح ایک بہن سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی سب کچھ کھو کر بھی اپنے بھائی کے مقصد کو اس طرح زندہ رکھتی ہے کہ جب بھی انسانی احساس جاگے گا حسینؑ کی قربانی یاد آئے گی۔

> حاسدوں کی بزم میں جا کر اپنے بابا کا یوں دفاع، اور حسد کرنے والوں کے منھ کو انکی مذمت میں نازل ہونے والی آیت پڑھ کر بند کر دینا یہ کام وہی بیٹی کر سکتی ہے جو شجاعت حیدری کی وارث ہو۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

★★★★★

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

(سیرت امام حسین علیہ السلام کے آئینہ میں)

عالیجناب مولانا سید عابد رضا نوشاد رضوی صاحب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے محرّک نے حسینی انقلاب کی قدر و قیمت کو دو چنداں کر دیا ہے۔اس محرّک نے اس قیام کو شائستۂ بقا بنا دیا ہے اس لئے کہ اب اس قیام کا تکیہ نہ کسی دعوت پر ہے نہ مطالبۂ بیعت پر۔اگر صرف مطالبۂ بیعت کو اصالت حاصل ہوتی تو اس صورت میں اگر مطالبۂ بیعت نہ ہوتا تو کوئی قیام بھی عمل میں نہ آتا۔اہل کوفہ کی دعوت نے اگرچہ ایک حد تک کامیابی کا میدان ہموار کر رکھا تھا لیکن اگر صرف ایک یہی محرّک ہوتا تو تاریخ یوں فیصلہ سناتی کہ اگر اہل کوفہ کی دعوت درمیان میں نہ ہوتی تو حسینؑ کی تحریک بھی وجود میں نہ آتی۔

لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے محرّک کے پیش نظر حسینؑ بن علیؑ ایک ایسے معترض اور انقلابی تشخّص کے مالک نظر آتے ہیں جسے اپنے انقلاب کے لئے کسی دوسرے محرّک کی احتیاج نہیں۔حسین بہ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں: فساد و بدکاری نے زمانہ کو اپنے حیطۂ اختیار میں لے لیا ہے لہٰذا اب قیام ضروری ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت بیان کرنے والی احادیث سے چشم پوشی کرتے ہوئے اگر صرف قرآنی آیات پر ہی نظر مرکوز کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ نے اس سلسلہ میں کیسی کیسی

تاکیدیں فرمائی ہیں۔قرآن مجید نے ایک مقام پر دیگر امتوں کی تمام تر بدبختیوں اور امت مسلمہ کے دیگر امتوں پر امتیاز کی اصل وجہ اسی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بتایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

لوگوں کے لئے ظاہر ہونے والی تم بہترین امت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

آیۂ کریمہ کے مطابق اگر کوئی امت اس فریضہ پر عمل نہ کرے تو وہ اچھی امت کہلانے کی حقدار نہ ہوگی۔اب وہ اپنے اسلام پر فخر ومباہات نہ کر سکے گی اس لئے کہ اس کا اسلام، حقیقی اسلام سے بہت دور ہے۔

قضا وقدر کے مسئلہ سے رابطہ کی بنا پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔بعض مستشرقین اسلام پر انگشت اعتراض اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام قضا وقدر پر یقین رکھنے والا دین ہے جس میں انسانی ارادہ کا کوئی دخل نہیں۔جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:"اناهديناه السبيل امّا شاكراً وامّا كفوراً"

ہم اللہ نے اسے راہ راست کی ہدایت کر دی ہے اب چاہے وہ شاکر بندہ ہو جائے یا کافر بندہ (ناشکرا) ہو جائے۔ (الانسان:۳)

اس آیت کے مطابق اسلام نے نہ صرف ہر انسان کو انفرادی طور پر اپنے اپنے کاموں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے بلکہ ایک مقام پر انسان کو معاشرہ کے تئیں بھی مسئول و ذمہ دار جانا ہے۔نہ صرف یہ کہ مستشرقین کے مفہوم قضا وقدر پر خط بطلان کھینچا ہے بلکہ صراحت کے ساتھ لوگوں کو ہی اپنا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:"إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ" (الرعد:۱۱)

قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ آیۂ مذکورہ میں اللہ نے "يُغَيِّرُوا" استعمال کیا ہے "يغيّر" نہیں، مقصد یہ ہے کہ خود لوگوں کو اقدام کرنا ہوگا، اگر حالات اپنے آپ بدلتے رہیں یا دوسرے آکر ان کے حالات تبدیل کرنا چاہیں تو کچھ بنیادی فرق نہیں آنے والا۔لہٰذا یہ گمان کہ کوئی دوسرا ہمارے امور اور سامان زندگی بہم پہنچائے یا خود خدا کوئی تبدیلی لا دے، ایک غلط تصوّر ہے۔

اگر ایسا درست ہوتا تو امام حسینؑ کو بھی خاموشی اختیار کر کے بیٹھ جانا چاہئے تھا کہ اللہ خود ہی قوم کی اصلاح کرے۔لیکن امامؑ نے اپنے بے نظیر عمل کے ذریعہ انسانیت کو یہ درس دیا کہ اٹھو اور خود اقدام کرو، مگر کیسے؟ آسان کام تو سب کو آتے ہیں مگر ہمیشہ اسلام کی مشکلات اتنی آسانیوں سے تو حل نہیں ہوتیں۔وقت ایسا بھی آ سکتا ہے کہ جب حسینؑ بن علیؑ کی طرح قیام کرنا ضروری ہو جائے۔تمام اصحاب وانصار اور فرزندان واقرباء کے ساتھ لہو کا آخری قطرہ بھی شجر اسلام کی آبیاری میں صرف کرنا پڑ جائے اور ان سب سے بڑھ کر ممکن ہے کہ اپنے اہل خانہ کو اسیری کی زنجیروں میں دیکھنا پڑے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شرطیں

ارشاد پروردگار ہے:"التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ"

یہ لوگ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد پروردگار کرنے والے، راہ خدا میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکیوں کا حکم دینے والے، برائیوں سے روکنے والے اور حدود الٰہیہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور پیغمبرؐ آپ انہیں جنت کی بشارت دے دیں۔"

(توبہ:۱۱۲)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے محرّک نے قیام امام حسینؑ میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے لہٰذا لازم وضروری ہے کہ اس محرّک کی شناخت حاصل کی جائے۔آخر یہ کیسا عظیم امر ہے جس کی بنیاد پر حسینؑ بن علیؑ جیسی شخصیت نے ایسے ایثار و فداکاری کا مظاہرہ کیا؟

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ میں مذکورہ آیت حد درجہ اہمیت کی حامل ہے۔اس کے مطابق صرف وہی لوگ اسے انجام دے سکتے ہیں جنہوں نے توبہ کر لی ہو، صرف خدا کی عبادت کرتے ہوں، اس کے آثار وعلامات میں غور وفکر کرتے ہوں، رکوع وسجود میں ذکر خدا کرتے ہوں، الغرض صرف وہی مصلح ہو سکتا ہے جو خود صالح ہو۔حضرت امیر المؤمنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:"لَعَنَ اللّٰہُ الآمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ وَالنَّاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ العامِلِينَ بِهِ"

اللہ کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو دوسروں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں جبکہ خود اس پر عمل نہیں کرتے

اور دوسروں کو برائیوں سے روکتے ہیں جبکہ خود انہیں انجام دیتے ہیں۔"

(وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۴۲۰)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی وہ واحد اصل ہے جو بقائے اسلام کی ضامن ہے، اگر یہ اصل نہ ہوتو پھر اسلام بھی نہ ہو، سید الشہداء امام حسینؑ نے اسی ضامن بقائے اسلام کے لئے اپنا نذرانۂ جاں پیش کیا، ہمیں بھی عزاداری کے وقت یہ پورا خیال رہے کہ عاشورا کی بنیاد اسی اصل پر قائم ہے لہٰذا اسے فراموشی کے سپرد نہ کیا جائے اور یہ بھی ذہن سے نہ جائے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا دائرۂ شمول کافی وسیع ہے جس میں "معروف" سے مراد ہر نیک کام اور ہر پاک مقصد ہے اور "منکر" سے مراد ہر برا عمل ہے۔

پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ بنیادی شرطیں بھی ہیں:

پہلی شرط فکری رشد اور بصیرت و آگہی ہے، کبھی کبھی معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھ لیا جاتا ہے، نہ جانے کتنے "منکر" اور کتنی برائیاں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر وجود میں آتی ہیں۔

اس شرط کے مطابق معروف ومنکر کے علم کے علاوہ نفسیات، عمرانیات اور حالات وضروریات زمانہ سے آشنائی بھی بہت ضروری ہے تاکہ انسان اچھائیوں کی طرف دعوت دینے کے طریقہ کو بہتر طور پر سمجھ سکے اور برائیوں کی جڑ تلاش کر سکے۔ اسی وجہ سے ائمہ معصومینؑ فرماتے تھے کہ بہتر یہی ہے کہ جاہل شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرے، اس کا سبب یوں بیان فرمایا: "لانہٗ ما یفسدہ اکثر مما یصلحہ" اس لئے کہ وہ کام بنانے سے کہیں زیادہ کام بگاڑے گا۔"

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جہالت کی بناء پر اس شخص کی گردن سے یہ وجوب ساقط ہوجائے گا، نہیں! آخرت میں اس کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا، جب وہ عذر پیش کرے گا تو کہا جائے گا: کیا خدا نے عقل کو پیدا نہیں کیا تھا تاکہ تو حالات زمانہ کو سمجھ سکے اور مستقبل کو دیکھ سکے؟! یعنی نہ صرف یہ کہ اس کی گردن سے امر بالمعروف کا وجوب ساقط نہ ہوگا بلکہ مزید برآں حالات زمانہ کی شناخت بھی اس پر واجب ہوگی تاکہ صحیح طور پر امر بالمعروف کر سکے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دوسری شرط "احتمال اثر" ہے۔ یعنی یہ فریضہ، نماز وروزہ کی

طرح صرف ایک تعبّدی امر نہیں ہے۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہر حال میں نماز پڑھیں، یہ نماز اثر رکھتی ہے یا نہیں اس بارے میں سوال کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نماز و روزہ جیسے فرائض سے ذرا مختلف ہے اس لئے کہ اس فریضہ کو تدبیر کی بنیاد پر انجام دینا ہوتا ہے۔ اس میں انسان کی نظر اس کے نتیجہ پر ہونا چاہئے کہ حاصل ہونے والا فائدہ مصرف شدہ سرمایہ سے زیادہ ہے یا نہیں؟ یہ نظریہ خوارج کے نقطۂ نظر کے بالکل برخلاف ہے جو یہ کہتے تھے کہ اگر اثر پذیری کا تھوڑا بھی احتمال نہ ہو تب بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا فرض ہے۔

بعض کے مطابق یہی نظریہ خوارج کے نقطۂ نظر کے بالکل برخلاف ہے جو یہ کہتے تھے کہ اگر اثر پذیری کا تھوڑا بھی احتمال نہ ہو تب بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا فرض ہے۔ بعض کے مطابق یہی نظریہ خوارج کی نابودی کا سبب بنا۔ شیعوں کا عقیدۂ تقیہ بھی اسی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شیوہ و طریقۂ کار سے متعلق ہے۔

> جس طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے محرّک نے حسینی انقلاب کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے اسی طرح حسینی انقلاب نے بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قدر و قیمت کو دو چنداں کیا ہے۔

تقیہ کا مطلب ہے دفاعی اسلحہ کا استعمال، یعنی وقتِ مقابلہ دشمن پر ضرب ضرور لگاؤ مگر کوشش یہ رہے کہ تمھیں کوئی گزند نہ پہنچے۔

اب "احتمال اثر" کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور وہیں سے اندازہ لگائیں کہ میرے اس عمل کا اثر ہوگا یا نہیں۔ بلکہ ذرا باہر جایئے، تحقیق و جستجو کیجئے پھر اندازہ لگایئے کہ میرا عمل حاصل خیز ہوگا یا نہیں۔ جسے معاشرہ کی کوئی خبر نہ ہو اور نہ خبر لینے کی کوشش کرے، اس کا عذر کیوں کر قابل قبول ہوسکتا ہے؟

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تیسری شرط "قدرت و طاقت" ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

"انّما یجب علیٰ القویٰ المطّلع" یہ عمل صرف صاحبِ قدرت اور آگاہ شخص پر واجب ہے"

یعنی بے بس وناتواں انسان کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بھی گذشتہ شرط کی طرح ہی ہے، یعنی اپنی طاقت وتوانائی کو دیکھو پھر نتیجہ پر نظر ڈالو، اگر اندازہ ہو کہ خواہ مخواہ طاقت کا ضیاع ہوگا تو رہنے دو۔

یہیں سے بہت سوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے، کہنے لگتے ہیں میرے اندر فلاں کام انجام دینے کی طاقت نہیں ہے اور اسلام کا بھی حکم ہے کہ اگر طاقت نہیں تو انجام نہ دو لہٰذا میں کیوں انجام دوں؟! جواباً یہ عرض کرنا ہوگا کہ نہیں جناب! اسلام کا حکم یہ ہے کہ پہلے طاقت حاصل کیجئے، علمی اصطلاح میں یہ "شرط وجود" ہے" شرط وجوب" نہیں۔ یعنی اگر طاقت نہیں تو انجام نہ دیجئے لیکن انجام دینے کے لئے طاقت ضرور حاصل کیجئے۔

اس فریضہ کے لئے قدرت وتوانائی کا حصول تو اتنا اہم ہے کہ کبھی کبھی اس کی وجہ سے حرام کام واجب میں تبدیل ہو جاتا ہے، بعنوان مثال خلفائے جور سے منصب لینا، ظالم حکومت میں کسی عہدہ پر بیٹھنا ایک حرام کام ہے لیکن اگر یہ عہدہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی قدرت وتوانائی پیدا کرنے کا سبب بنے تو اس عہدہ کو اختیار کرنا واجب ہو جائے گا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ کتنے ہی مؤمنین ائمہ معصومینؑ کے حکم سے دربار خلفا میں موجود رہے۔

ایک نظریہ یہ پایا جاتا ہے کہ اگر اتفاقی طور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی توانائی حاصل ہو جائے تو یہ فریضہ واجب ہے ورنہ نہیں۔ اس کے جواب میں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلام نے اس فریضہ کو کتنی اہمیت دی ہے۔

گذشتہ سطور میں بیان ہوا کہ یہ فریضہ بقائے اسلام کا ضامن مانا گیا ہے، اسی فریضہ کی خاطر امام حسینؑ اپنے اصحاب وانصار کے ساتھ شہید اور آپؑ کے اہل بیتؑ اسیر ہوئے، آخری زمانہ کے لوگوں کی مذمت میں ایک روایت میں وارد ہوا ہے: "لا یوجبون امراً بالمعروف و نهیاً عن المنکر الآ اذا أمِنوا الضرر"

وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب نہ سمجھیں گے مگر صرف اس وقت جب وہ اپنے آپ کو ہرگز نہ سے محفوظ پائیں۔" (وسائل الشیعہ، ج۶ص ۳۵۹)

امام باقرؑ سے منقول ہے: "اِنّ الأمر بالمعروف و النھی عن المنکر سبیل الانبیاء، منھاج الصلحاء، بھا تقامُ الفرائض و تأمن المذاھب و تُعمَرُ الأرض و ینتصف من الاعداء"

بلا تردید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاءؑ کا راستہ اور صالحین کا شیوہ ہے، اسی اصل کی بنیاد پر واجبات قائم، راہیں پر امن، زمینیں آباد اور اسی کے ذریعہ دشمنوں سے پامال شدہ حقوق واپس لئے جاتے ہیں۔"

جس فریضہ کی ایسی اہمیت ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ اگر اتفاق سے توانائی حاصل ہو گئی تو اس پر عمل کرو ورنہ نہیں، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر اتفاقی طور پر دیکھو کہ اپنے اسلام کا تحفظ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ کوئی بات نہیں!!

احتمال اثر" کے مفہوم کے بہتر ادراک کے لئے واقعۂ عاشورا کی ایک مثال پیش ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اہل بیتؑ نے امام حسینؑ کی شہادت کو اپنی ذمہ داریوں کا اختتام نہیں مانا بلکہ یزید و ابن زیاد کے درباروں میں بھی مقصد حسینؑ کی راہ درپیش رکھی، ان کی نظر میں تو شہادت امام حسینؑ آغاز کار کی حیثیت رکھتی تھی، انجام کار کی نہیں۔ لہٰذا یہ بانگ دہل کہا جا سکتا ہے کہ کربلا کی زندگی اسرائے کربلا کی مرہون منت ہے، انہوں نے ہر لحہ مقصد حسینی کی تبلیغ میں صرف کیا اور ہر آن امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہے۔

وہ انقلاب برپا کیا کہ شام کی علیؑ دشمن آبادی یزید کے خلاف قیام پر آمادہ ہو گئی، طول راہ شدید ترین روحانی و جسمانی اذیتوں کا سامنا کرنے کے باوجود دربار یزید و ابن زیاد کا نقشہ بدل ڈالا، یزید نے اسیروں کے لئے نرم رویہ ان کی ہمدردی میں اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ مجبور تھا، زینبؑ و سجادؑ کے شرربار خطبوں نے وہ انقلاب برپا کیا کہ وحی و رسالت کا کھلے عام انکار کرنے والے یزید کو بھی حالات کے خوف سے اپنا رویہ تبدیل کرنا پڑا۔

انبیاءؑ، ائمہ اور اولیائے الٰہی پہلے خود عمل کرتے ہیں پھر دوسروں کو دعوت عمل دیتے ہیں لہٰذا نتیجہ بھی کئی گنا حاصل ہوتا ہے، اسی لئے روایت میں ہے: "کونوا دعاة الناس بغیر السنتکم"
"لوگوں کو زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے دعوت دو۔"

قیام امام حسینؑ پر بھی نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے خطبات کی تعداد کم اور عمل کی مقدار بہت زیادہ ہے، امامؑ نے جب مکہ سے کوچ فرمانا چاہا تو پہلے اپنے عزیزوں کو ہمراہ لیا پھر آواز دی" جو بھی ہمارے ساتھ ہونا چاہتا ہے ہولے" لیکن امامؑ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی کمزور پہلو کا حامل شخص ساتھ ہو لہٰذا راستہ میں کئی بار اپنے ہمراہیوں کا تصفیہ اور چھانٹ پھٹک کی، اسی عملی دعوت کا نتیجہ تھا کہ فوج اعداء میں پوری طرح امن وسکون کا سانس لیتے ہوئے بھی حر جیسے کئی افراد امامؑ سے آ ملے۔

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اصحاب امامؑ میں سے کسی ایک کے ذہن میں فوج یزید سے جا ملنے کا خیال تک نہ آیا، یہ ایک انتہائی اہم اور قابل توجہ بات ہے، اس لئے کہ اگر اصحاب حسینیؑ میں سے کوئی ایک بھی اُدھر کا رخ کر لیتا تو یہ حسینی انقلاب کے لئے بڑا عیب شمار کیا جاتا۔

جس طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے محرّک نے حسینی انقلاب کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے اسی طرح حسینی انقلاب نے بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی قدر و قیمت کو دو چنداں کیا ہے، امام حسینؑ نے اس فریضہ کی راہ میں نہ صرف اپنا نذرانہ جاں پیش کیا بلکہ اپنے عزیزوں کی بھی قربانی دی اور اپنے اہل بیتؑ کو اسیری کی رسّی میں بندھوانا گوارا کیا، امامؑ کے اس مثالی عمل کے بعد اب کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اہم مسائل میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر تمام خطرات کے باجود واجب ہے، اس راہ میں نذرانۂ جاں بھی پیش کرنا ہو تو کیا جائے گا۔

فوق الذکر بیانات کا مقصد یہ نہیں ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہوئے ممکنہ مفاسد و مصالح کا خیال نہ رکھا جائے، ظاہر ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہوئے ایجاد فتنہ وشر سے پوری طرح گریز کرنا چاہئے، ممکن ہے کوئی کسی اہم مسئلہ کی خاطر تمام خطرات مول لیتے ہوئے اس فریضہ پر عمل کرے، یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اگر اس کے اس عمل سے کوئی دوسرا فتنہ وفساد پھوٹ پڑے جس کا نقصان اسلام کے لئے موجودہ برائی سے زیادہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے مقام پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے پرہیز ضروری ہوگا۔ (استفادہ از بیانات شہید مطہری)

★★★★★

حضرت زینب کبریٰؑ کے خطبہ کے سبق آموز پیغامات

آقای عبدالکریم تبریزی
عالیجناب مولانا ابرار جعفری صاحب

مقدمہ

حضرت زینب کبریٰ (س) کی ذات گرامی کائنات میں مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔اس شیردل ذات کی رفتار و گفتار سے تاریخ اس حد تک متأثر ہے کہ چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود بھی حقیقت کے متلاشی افراد ان کی ذات گرامی سے شرافت مندانہ زندگی کا درس لیتے ہیں۔

اہل بیتؑ کی پیروی کرنے والوں کے لئے جناب زینب کبریٰ (س) کے شام میں دیئے جانے والے خطبہ میں بہت سے عبرت آموز پیغامات پائے جاتے ہیں، جن میں سے کچھ کو اس مقالہ میں جگہ دی گئی ہے مگر اس سے پہلے مقدمۃً چند نکات کی جانب آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں:

الف: یزید کے دربار میں جناب زینب کا خطبہ

شہادت امام حسینؑ کے بعد حضرت زینب کبریٰ نے بھائی کا سوگ منانے کے لئے عزاداری کی بنیاد رکھی، آپ ہی فرہنگ عاشورا کو زندہ کرنے والی، سب سے پہلی مجلس برپا کرنے والی ہیں جنھوں نے عزاداری کے ذریعہ کربلا و شام و کوفہ میں اس اہم کام کو انجام دے کر قیام عاشورا کو دلسوز نالہ و شیون سے زندہ رکھا۔

زحمتوں اور مشقتوں سے بھرپور ایک طویل سفر کے بعد جس وقت اہل حرم کو اسیر کر کے دربار

یزید میں لایا گیااور آپ کی نگاہ سونے کے طشت میں رکھے ہوئے اپنے بھائی کے کٹے سر پر پڑی، گریبان چاک کیااور اپنے دل دہلانے والے نالوں سے فریاد کی: ''یا حسیناہ یا حبیب رسول اللہ! یا ابن مکۃ ومنیٰ! یابن فاطمۃ الزہراء سیدۃ النساء! یا ابن بنت المصطفیٰ!''

جناب زینب کبریٰ کے ان نالوں نے یہ اثر دکھایا کہ دربار یزید میں بیٹھے تمام درباری گریہ کرنے لگے، اس طرح آپ نے یزید کی عیش ونوش کی محفل کو حسینؑ کے عزاخانہ میں بدل دیا، لہٰذا یزید نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

اور پھر اپنی بے عزتی کی تلافی کے طور پر چھڑی کو بار بار حسینؑ کے دندانہای مبارک پر مارتا اور وہ اشعار جو اس نے جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خوشی میں کہے تھے، گنگناتا:

''ای کاش! جنگ احد میں مارے گئے میرے بزرگ ہوتے، قبیلہ خزرج کا ہماری ضرب کے مقابل تسلیم ہوجانے کو دیکھتے تو فرط مسرت سے چیخ اٹھتے اور کہتے: مرحبا اے یزید! تو نے جنگ بدر میں مارے گئے اپنے بزرگوں کا حساب چکتا کردیا۔ آسمان سے نہ کوئی وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی خبر آئی، یہ تو بنی ہاشم کا ایک ڈھونگ تھا، میں عتبہ کی اولاد نہیں اگر احمد کے کئے کا اس کی اولاد سے بدلہ نہ لے لوں۔

ابوبرزہ اسلمی اس منظر کو دیکھ برداشت نہ کرسکے اور فریاد بلند کی: ''اے یزید! وای ہو تجھ پر، تو فرزند فاطمہ کے دندانہای مبارک پر چھڑی مارتا ہے؟ میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے حسین وحسنؑ کے دندانہای مبارک کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان سے فرمایا کرتے تھے: ''تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو، تمہارے قاتلوں پر خدا کی لعنت ہو، انھیں جہنم میں ڈال دے، جہنم کتنی بری جگہ ہے۔''

ب۔ فرش عزا کی اہمیت

کیونکہ فرہنگ اہل بیتؑ میں فرش عزا بچھانا بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور زینب کبریٰ نے بھی اپنے تاریخی خطاب سے پہلے سید الشہداء کے مصائب بیان کئے تھے لہٰذا ہم بھی لطف پروردگار اور حسین بن علیؑ سے توسل کرتے ہوئے بہت سی روایات سے صرف نظر کرکے قارئین کی خدمت میں فقط دو روایات پر اکتفا کررہے ہیں:

(۱) جس وقت پیغمبر ختمی مرتبت ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا (س) کو حسین ابن علیؑ کی شہادت اور مصیبتوں سے آگاہ کیا تو آپ بہت روئیں اور فرمایا: ''بابا جان! ایسا کب ہوگا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اس وقت ہوگا جب نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی اور نہ علی ہونگے۔ حضرت زہرا (س) اور شدت سے رونے لگیں اور فرمایا: بابا جان! پس کون ہوگا جو میرے حسین پر گریہ کرے گا، کون میرے فرزند کی فرش عزا بچھائے گا؟

رسول (ص) نے فرمایا: اے فاطمہ! میری امت کی عورتیں میرے اہل بیت کا ماتم کریں گی، ان کے مرد، مردوں پر گریہ کریں گے، ہر سال ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ اس عزا کو قائم رکھے گا۔ اور جب قیامت برپا ہوگی تو تم میری امت کی عورتوں کی اور میں ان کے مردوں کی شفاعت کروں گا۔ جو بھی حسین پر روئے گا، ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں داخل کر دیں گے اور پھر فرمایا: ''اے فاطمہ! روز قیامت ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوائے ان آنکھوں کے جنھوں نے حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کیا ہوگا، اس دن وہ آنکھیں شاد ہوں گی اور انھیں بہشت کی نعمتوں کی بشارت دی جائے گی۔''

(۲) سید الشہداء کے مصائب پر گریہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:
''جس شخص کی آنکھوں میں حسین کی مصیبت سن کر آنسو آجائے، چاہے وہ مکھی کے پر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، پروردگار عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ دریاؤں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔''

ج۔ گھٹے ہوئے ماحول میں زینب کبریٰ کی برتری

حضرت زینب کبریٰ نے علمی اور تاریخی خطبہ کے ضمن میں اپنے کچھ کمالات پیش کئے۔ شجاعت، دلیری، فصاحت و بلاغت، علم تفسیر، فن خطابت، نفسیات، تربیت، سیاست وغیرہ جیسے بعض انھیں کمالات کا نمونہ ہیں۔

زینب کبریٰ نے اپنی ہنرمندی سے اس خطبہ کے ذریعہ ایک مسلمان عورت کو معاشرہ میں پہچنوایا۔ حق کو زندہ رکھنے کی کوشش، معاشرہ کی اصلاح، ظلم وستم کے خلاف لوگوں کو ابھارنا، اسیری میں تبلیغ دین، استقامت، قوی ارادہ جیسے برجستہ صفات وکمالات کے نمونے اس خطبہ میں نظر آتے ہیں۔

فاتح کربلا قیدی ہونے کے باوجود ایک ایسے مجمع سے ہمکلام تھیں جوان کو حقارت اور نااہلی کی نظر سے دیکھ رہے تھے، یزید کی قدرت کی وجہ سے دربار کی فضا پر مکمل طور سے رعب و وحشت چھائی ہوئی تھی، یہ فاتح نہ صرف یہ کہ یزید کی طاقت وحکومت کو خاطر میں نہ لائیں بلکہ اپنے خطبہ سے اس طرح اس کی عزت کو خاک میں ملا دیا جیسے ایک عظیم شخصیت کسی چھوٹے بچے سے محوگفتگو ہو۔

حضرت زینب کبریٰ کے خطبے کے چند پیغام

جس وقت یزید نے اپنے کفر آمیز اشعار سے اپنی باطل اور گھٹیا سوچ کا اظہار کیا، سب سمجھ گئے کہ یزید کے ساتھ حسین بن علیؑ کی جنگ حق و باطل کی جنگ تھی، تب وہ عظیم خاتون اپنی پوری شہامت کے ساتھ اٹھی اور یزید کے دربار میں مشہور ومعروف خطبہ دیا۔ہم یہاں پر اس خطبہ کے کچھ اقتباسات و پیغامات پیش کررہے ہیں۔

> حضرت زینب کبریٰ نے ''سنت الٰہی'' کی اس حقیقت کو یزید کے سامنے پیش کیا، اوراس کی خیالی فتح کا مذاق اڑاتے ہوئے دنیا کے تمام ستمگروں کو یہ سمجھا دیا کہ لشکر حق پر باطل کا حیوانی غلبہ دائمی نہیں ہے۔

۱۔ ہر حال میں شکر خدا

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اپنے آپ کو مال واولاد سے متعلق ہر بلا ومصیبت کے مقابلہ میں صابر وشکیبا بناؤ کیونکہ خداوند متعال اپنی امانت اور بخشش کو واپس لے لیتا ہے تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم صبر کرنے والے ہو یا شکر کرنے والے۔

علی کی شیر دل بیٹی مصائب وآلام کی معراج پر ہونے کے باوجود ہر لحاظ سے صابر وشاکر تھیں، حمد خدا بجالانے کے بعد اس طرح سے اپنی گفتگو کا آغاز فرماتی ہیں: تمام تعریفیں صرف اس پروردگار کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے، اللہ کا درود وسلام ہو پیغمبر (ص) اوران کے اہل بیتؑ پر۔

۲۔ کلام وحی پر خاص توجہ

قرآن مجید کی آیت سے استدلال ہر سخنور کی ضرورت ہے کیونکہ معاشرہ میں کلام وحی ایک متقن

منبع ہے جس کا تعلق انسانوں کی فطرت سے ہے، کمال طلب اور حقیقت کے متلاشی افراد اس کا استقبال کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: قرآن کو اپنا ہادی و پیشوا قرار دو کیونکہ یہ عالمین کے رب کا کلام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ زینب کبریٰ (س) نے اپنے اس تاریخی خطاب میں بارہا کلام الٰہی سے استدلال کر کے اپنی گفتگو کو دوام بخشا۔

آپ قرآن کی آیت سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''یقیناً خداوند عالم نے سچ فرمایا ہے کہ: پھر جنھوں نے برا کیا ان کا انجام بھی برا ہوا کیونکہ انھوں نے اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کی تھی اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔''

۳۔ستمگروں کی کامیابی وقتی ہے

بیشک ظلم وستم کرنے والے نابود ہو جانے والے ہیں اور انھیں اسی دنیا میں خداوند متعال کی کبھی نہ تبدیل ہونے والی سنت کے مطابق بہت جلد اپنے کئے کی سزا ملے گی۔

رسول خدا فرماتے ہیں:

''تین طرح کے گناہگاروں کو فوراً سزا مل جاتی ہے اس کا عذاب آخرت پر نہیں چھوڑا جاتا: ماں باپ کو ناراض کرنا، لوگوں پر ظلم وستم اور دوسروں کے احسان کے مقابلہ میں ناشکری۔''

حضرت علی علیہ السلام کا بھی ارشاد گرامی ہے: ''خدارا خدارا! ظلم وستم کے نتیجہ میں ملنے والے عذاب سے بچو! اور آئندہ کے دردناک ظلم سے بچو، اس لئے کہ: مظلوم کی آہ سے ظالم امان نہیں پا سکتا۔

حضرت زینب کبریٰ نے ''سنت الٰہی'' کی اس حقیقت کو یزید کے سامنے پیش کیا، اور اس کی خیالی فتح کا مذاق اڑاتے ہوئے دنیا کے تمام ستمگروں کو یہ سمجھا دیا کہ لشکر حق پر باطل کا حیوانی غلبہ دائمی نہیں ہے بلکہ بہت جلد ختم ہو جانے والا ہے مگر ان کے ظلم وستم کی گھناؤنی داستانیں ہمیشہ کے لئے اس صفحۂ ہستی پر باقی رہ جائیں گی۔

''اے یزید! تو ہمیں اسیر کر کے یہ گمان کرتا ہے کہ تو نے ہمیں دیار بہ دیار پھرا کر، زمین و

آسمان کے راستوں کو ہم پر بند کر دیا۔''

۴۔اہل باطل کی خام خیالی کا زوال

خداوند متعال قرآن مجید میں اہل باطل کی وقتی کامیابی کو، پانی میں بننے والے جھاگ سے تشبیہ دیتا ہے اور اہل حق کی رواں اور صاف وشفاف پانی سے۔

قرآن نے اس مثال میں، حق و باطل کی بہترین انداز سے منظر کشی کی ہے اور بہت سے حقائق کو بیان کیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے اس کی شناخت آسان ہو جائے۔اسی مثال سے ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ باطل ہمیشہ متکبر، بالانشین اور شوروغل کرنے والا، مگر اندر سے خالی؛ لیکن حق،متواضع، کم آواز اور اہل عمل ہوتا ہے۔

حق ہمیشہ صاف پانی کی طرح مفید ہوتا ہے، حیات وزندگی کا باعث ہوتا ہے؛ لیکن باطل بے فائدہ اور بیہودہ ہوتا ہے؛ نہ پانی کے جھاگ کسی کو سیراب کرتے ہیں اور نہ کسی درخت کو اگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، نہ ہی مختلف مادوں کو پگھلانے سے وجود میں آنے والے جھاگوں سے زیورات یا وسائل زندگی بنانے کے کام میں لایا جاسکتا ہے، اگر اس کا مصرف ہے بھی تو بہت کم اور وہ بھی بے ارزش چیزوں میں جن کا کہیں شمار نہیں ہوتا، جس طرح سے خس وخاشاک کو صرف جلانے کے کام ہی لایا جاتا ہے۔

حق ہمیشہ اپنے نفس پر متکی ہوتا ہے جبکہ باطل، حق کا سہارا لیتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح جھوٹ، سچائی سے وجود میں آتا ہے اور حق کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے۔اس کائنات میں سچائی نہ ہوتی تو کوئی جھوٹ پر اعتبار نہ کرتا، اگر دنیا میں خالص چیز ہوتی تو کوئی جعلی چیزوں سے دھوکہ نہ کھاتا۔ لٰہذا باطل کی جو معمولی عزت اور حیثیت ہے وہ حق کی وجہ سے ہے، لیکن حق کا انحصار ہمیشہ اپنے آپ پر ہوتا ہے۔

حق و باطل کے درمیان فرق کی تشریح کے بعد، حضرت زینب کبریٰ (س) کے خطبہ سے مکمل طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ یزید کی چند لمحوں کی کامیابی کو پانی کے جھاگ کی مانند سمجھ رہی تھیں کہ جو جلد ہی ختم ہو جائے گی، لیکن قیام عاشورا اور حضرت سید الشہداء کا عظیم مقصد صاف پانی کی مانند روز بہ روز شفاف تر ہوتا جائے گا اور حقیقت ومعرفت کے پیاسوں کو سیراب کرتا رہے گا۔یہی وجہ

ہے کہ علی کی شیر دل بیٹی، یزید کی ظاہری فتح کا مذاق اڑاتی ہیں اور اپنے جھنجھوڑ دینے والے خطبہ سے ہتھوڑے کی مانند یزید کے باطل افکار کو کچل دیتی ہیں، اس کی تحقیر کرتی ہیں اور اس کے سامنے اس کی دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔

آپ اس کے باطل افکار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''اے یزید! آیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک خوار و ذلیل ہیں اور تو اس کے نزدیک محترم؟ کیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم پر کامیابی حاصل کر کے خدا کے نزدیک تیری منزلت میں اضافہ ہوا ہے؟ شاید! تو اسی تکبر میں مبتلا ہے، جس کے سبب تو خوشیاں منا رہا ہے۔''

۵۔ ستمگروں کے لئے اللہ کی مہلت

خداوند عالم کی تبدیل نہ ہونے والی سنت، تمام اہل باطل کے لئے ایک تنبیہ ہے کہ ضرور بالضرور اپنے کئے ہوئے کاموں کے انجام سے ڈریں۔ پروردگار کا اہل باطل کو مہلت دینا ان کے فائدے میں نہیں بلکہ ان کی آزمائش اور گناہوں کے پلڑے کی سنگینی اور عذاب میں اضافہ کی وجہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں ہم انھیں بتدریج اس طرح گرفت میں لیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی، اور میں انھیں ڈھیل دوں گا، میری تدبیر یقیناً نہایت مضبوط ہے۔''

عقیلہ بنی ہاشم بھی سورۂ آل عمران کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انھیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ تا کہ یہ لوگ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخر کار ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔''

زینب کبریٰ نے یزید کے دربار میں موجود تاریخ کے تمام ستمگاروں کو متنبہ کر دیا کہ ان کی وقتی کامیابی اور آزاد عملی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یقیناً یہ لوگ صالح اور متقی افراد ہیں اور پروردگار ان سے راضی ہے، بلکہ اس کے برعکس خداوند متعال نے ان کو جو مہلت دی ہے درحقیقت اس نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے کیونکہ یہ ہدایت کی لائق نہیں ہیں۔ یہ لوگ اس فرصت سے غلط استفادہ

کر کے اپنی سرکشی اور طغیان کے سبب اپنا بوجھ سنگین اور عذاب زیادہ کر رہے ہیں۔

حضرت زینب اپنے زمانے کے مغرور حکمراں سے کہتی ہیں: ''تو جو یہ محفل سجا کر خوشیاں منا رہا ہے، ہم پر دنیا تنگ کر کے مٹھی بھر بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر دیار بہ دیار گھماتا پھر رہا ہے، کیا تو یہ گمان کر رہا ہے کہ خدا کے نزدیک تیری حکومت کی اہمیت و وقعت میں اضافہ ہو جائے گا؟ یہ تیری بھول ہے، یہ عمل کی آزادی کی فرصت، تیرے گناہوں کے بار کو اور سنگین اور دردناک عذاب کو تجھ سے مزید نزدیک کر دے گی۔

اے یزید! تو جو چاہے کر لے، خدا کی قسم! تو ہرگز ہمارے نور کو خاموش نہیں کر سکتا، اور یہ ہدایت کا چراغ اسی طرح قیامت تک نور افشانی کرتا رہے گا۔

حضرت زینب یزید کو غصہ سے للکارتے ہوئے کہتی ہیں:

ترجمہ: اے یزید! آہستہ، ٹھہر، کیا تو خدا کے اس قول کو بھول گیا ہے: اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انھیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ تا کہ یہ لوگ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخر کار ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

> رسول اکرمؐ نے فرمایا: تین طرح کے گناہگاروں کو فوراً سزا مل جاتی ہے اس کا عذاب آخرت پر نہیں چھوڑا جاتا: ماں باپ کو ناراض کرنا، لوگوں پر ظلم و ستم اور دوسروں کے احسان کے مقابلہ میں ناشکری کرنا۔

۶۔ عدالت الٰہی اور عدالت یزیدی کا فرق

افکار عمومی کو دھوکہ دینے کے لئے مذہبی وسائل و امکانات سے استفادہ، اہل باطل کا دیرینہ حربہ ہے، وہ اپنی حکومت کو تھوپنے کے لئے اور اسے مستحکم بنانے کے لئے پاکیزہ الفاظ سے استفادہ کرتے ہیں، یہی رسم آج کل بھی پائی جاتی ہے، پاکیزہ کلمات جیسے عدالت، آزادی، حقوق بشر، اصلاحات وغیرہ یہ سب وہی آدم فریب الفاظ ہیں جن سے دنیا کے مستکبر استفادہ کر رہے ہیں۔

آپ بھر پور ذہانت کے ساتھ یزید کے حربوں پر حملہ آور ہو کر اس کو لوگوں کے سامنے لا کھڑا کرتی ہیں: ''تو جو عدالت کے مظہر پیغمبر (ص) کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے کیا تو بھی اسی طرح عدالت سے کام لیتا ہے؟!

آپ پھر یزیدی عدالت کا مفہوم ذکر کرتے ہوئے اس کو آئندہ کے لئے بہترین شکل میں ڈھالتی ہیں اور پھر جذاب آواز کے ساتھ اعلان کرتی ہیں کہ آیا اہل باطل کی لغت میں عدالت کے یہی معنی ہیں کہ یہ آزادشدگان کی اولاد اپنی کنیزوں اور عورتوں کو پس پردہ بٹھائے اور رسول کی بیٹیوں کی حرمت پامال کرے اور انھیں جنگی اسیروں کی طرح کوچہ و بازار میں پھرائے؟! ہاں یہ زینب کی ہندہ جگر خوارہ کے بیٹے سے بے جا توقع ہے۔

جناب زینب اہل بیت پیغمبرؐ کی اہانت، گناہگاروں کی جسارت اور ان کی جلد پشیمانی کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے نفرین کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ یہ تمام جنایات آخرکار انھیں کی طرف پلٹیں گے اور یقین رکھو کہ خداوند متعال، ظالموں سے مظلوموں کا انتقام ضرور لے گا۔

۷۔ اہل بیت اطہار سے یزید کے بغض کی وجہ

عقیلہ بنی ہاشم اپنے اسی خطبہ میں اس بات کا بھی ذکر کرتی ہیں کہ ستمگر ماں باپ کی اولاد سے رحم اور رحمدلی کی امید ایک خام خیالی ہے۔ آپ اس کے شجرہ خبیثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کے ستمگر اجداد پر روشنی ڈالتی ہیں کہ یزید کے ظلم و ستم اور شرمناک اعمال اس کے ظالم و ستمگر آباء و اجداد کی مرہون منت ہیں۔ آپ خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرماتی ہیں: ''درحقیقت اس کی اولاد سے کیسے رحمدلی کی توقع رکھی جاسکتی ہے جس نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کر پھینک دیا ہو جس کا گوشت و پوست شہیدوں کے خون سے اگا ہو۔''

''جو ہم اہل بیت کو بغض و عداوت کی نظروں سے دیکھتا ہو، اس سے اس کے علاوہ اور کس چیز کی امید کی جاسکتی ہے؟۔''

''اے یزید! تو بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا اور اس کی سنگینی کو سمجھتا، کہتا ہے: کاش میرے اجداد ہوتے تو خوشی سے جھوم اٹھتے اور کہتے: شاباش اے یزید! تو اپنے کئے پر پشیمان

ہونے کے بجائے ان لبوں پر چھڑی مار رہا ہے، محبوب خدا، رسول اللہؐ جن کے بوسے لیا کرتے تھے۔"

"ہاں تو کیوں ایسا نہ کہے؟!، چونکہ تیری رگوں میں بھی تو تیرے اسلاف کا خون ہے، تو نے ہمارے زخموں سے کھال کھرچ دی ہے، اور اب خاندان عبد المطلب سے فرزندان محمدؐ کا خون بہا کر اپنے اجداد کو پکارتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ تیری آواز ان کے کانوں تک پہونچ رہی ہے۔"

تو بھی بہت جلد جہاں پر وہ ہیں وہیں چلا جائے گا تب تو یہ آرزو کرے گا کہ اے کاش! میرے ہاتھ شل ہو جاتے اور زبان گونگی، اور جو کچھ تو نے کہا ہے کاش نہ کہا ہوتا اور جو کیا ہے وہ نہ کرتا۔

۸۔ دعا مظلوموں کا تیز دھار ہتھیار

وہ دعا جس کے قبول ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے، مظلوم کی دعا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "تین قسم کی دعائیں بغیر کسی شک وتردید کے قبول ہوتی ہیں: ان میں سے ایک مظلوم کی دعا ہے اور۔۔۔"

یہاں پر خاندان رسالت کی شیر دل بیٹی بھی مظلومیت کی معراج پر پہونچ کر دعا کے اسلحہ کے ذریعہ بارگاہ حق میں فریاد کرتی ہیں اور فرماتی ہیں: "خدایا! ہمارے حق کو واپس لے لے اور جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ان سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا اور ہمارے چاہنے والوں کا خون بہایا ہے ان پر اپنا غضب نازل فرما۔"

۹۔ شہادت کا دفاع

قرآن واہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ، ایک انسان کے لئے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ درجہ شہادت پر فائز ہو جائے، اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: "سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان راہ خدا میں شہادت کے درجہ پر فائز ہو جائے، جب راہ خدا میں درجہ شہادت پر فائز ہو گیا تو اب اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی ہو ہی نہیں سکتی۔"

حضرت علی علیہ السلام بھی اس مقام تک پہونچنے کی آرزو رکھتے تھے اور فرماتے تھے: "بیشک راہ خدا میں شہید ہو جانا عظیم ترین موت ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھوں میں ابوطالب کے بیٹے کی جان ہے، میرے لئے ہزار مرتبہ شمشیر کی ضربت کھانا غیر خدا کی اطاعت میں بستر پر مر جانے سے

زیادہ آسان ہے۔''

دشت نینوا کے شہیدوں کے خون کی پیغامبرنے، اپنے خطبے میں وحی کے نقطۂ نظر سے شہداء کی منزلت کو بیان کیا اور اپنے الفاظ میں آیہ شہادت کی تفسیر بیان کر کے عدالت عدل الٰہی میں شہیدوں کی حقیقی کامیابی کا اعلان اس طرح فرمایا: ''اے یزید! تو رسول کے فرزندوں کا خون بہا کر اور ان کی اولاد کی بے حرمتی کے اس سنگین بار کے ساتھ رسول خدا سے ملاقات کرے گا۔ جب پروردگار سب کو ایک ساتھ اکٹھا کرے گا اور ان کے حق کو واپس لے گا، قرآن فرماتا ہے: راہ خدا میں جان دیدینے والوں کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے یہاں سے رزق پا رہے ہیں۔''

''اے یزید! تیری بیچارگی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ روز قیامت فیصلہ کرنے والا خدا اور انتقام لینے والی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہوگی اور جبرئیل ان کا پشت پناہ ہوگا۔''

۱۰۔ اپنے نفس پر اعتماد، حقیقی ایمان کا ثمرہ ہے

زہرائے اطہر کی دختر نیک اختر ایمان سے سرشار، خدا پر توکل، نفس پر اعتماد اور اس آیت پر مکمل اعتقاد سے سرشار کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے: ''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا تمہارا رب ہے، کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اللہ کی گرفت میں نہ ہو، بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔''

زینب کبریٰ خطبہ کے آخری جملوں میں حیرت انگیز ایام کی جانب اشارہ فرماتی ہیں، بہترین مثالوں کے ذریعہ طاغوت صفت رکھنے والوں کے افکار کی وضاحت کرتی ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کر کے عاشور کے دن انقلاب برپا کرنے والوں کے پیغام پر بحث کرتی ہیں نیز ظالموں اور ستمگروں کی بے بسی اور بیکسی کی طرف اشارہ فرماتی ہیں۔

آپ، بہت سے اسلامی ممالک پر حکمراں طاغوت کے مقابل اس شہامت کے ساتھ گفتگو کرتی ہیں کہ اس کی قدرت کے تمام ارکان لرز اٹھتے ہیں، اور پھر فرماتی ہیں:

اے یزید! اگرچہ ظاہری طور پر ناگوار نتائج نے مجھے تیرے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور گفتگو پر مجبور کیا ہے، میرے دل میں ذرہ برابر بھی تیری اہمیت نہیں ہے، تجھے حقیر جان کر کوسوں پیٹوں مگر کیا

کروں کہ آنکھیں بھری ہوئی ہیں اور سینوں میں آگ بھڑکی ہوئی ہے۔

۱۱۔ جناب زینب کبریٰؑ کی پیشینگوئی

آپ اپنے خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے یزیدیوں کو ان کے دردناک انجام سے باخبر کرتی ہیں، انقلاب عاشور کے روشن مستقبل اور دائمی بقا کی نوید دیتی ہیں: ’’اے یزید! تو جو حربہ اپنا سکتا ہے اپنالے، جو اقدام کرسکتا ہے کر، جو کوشش کرسکتا ہے کر، کوئی کسر باقی نہ رکھ، خدا کی قسم! تو ہرگز ہرگز، ہمارے نام کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی تو ہمارے وحی کے نور کو خاموش کرسکتا ہے۔ تو ہماری عظمت کو نہیں درک کرسکتا اور نہ ہی اس ظلم کے ننگ و عار کو اپنے سے دور کرسکتا ہے۔‘‘

> اے یزید! تو جو حربہ اپنا سکتا ہے اپنالے، جو اقدام کرسکتا ہے کر، جو کوشش کرسکتا ہے کر، کوئی کسر باقی نہ رکھ، خدا کی قسم! تو ہرگز ہرگز، ہمارے نام کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی تو ہمارے وحی کے نور کو خاموش کرسکتا ہے۔

’’تیری چالیں سست، تیری مدت حکومت کم اور تیری رعایا پراکندہ ہے، کیا تیرا مقدر اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟! اس دن جب منادی ندا دے گا: آگاہ ہو جاؤ! ظالمین پر اللہ کی لعنت ہو۔‘‘ یہ سب باتیں وہ غیب کی خبریں ہیں جو رسول کی یادگار زبان سے پہنچی ہیں، اگر ان پر غور کیا جائے تو زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی شخصیت کے اور دوسرے پہلو ہمارے سامنے آشکار ہو سکتے ہیں۔

علیؑ و فاطمہؑ کی اس بیٹی نے تاریخ کے اس حساس موقعہ پر کہ جہاں ماہر سے ماہر خطیب بھی اپنی گفتگو میں تعادل رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا، اعتماد کے ساتھ غیب کی خبریں دیں، اور اس طرح پیشینگوئی فرمائی کہ آپ سیکڑوں سال گذر جانے کے بعد آج بھی واضح طور پر اس کے نتائج مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ جی ہاں! آج زینب کبریٰؑ کی پیشینگوئی نے سچائی کا لباس اوڑھ کر دشمنان حسین بن علی علیہما السلام کو ذلیل و رسوا کر دیا اور عاشور کے انقلاب نے سارے عالم کو اپنی لپیٹ لے لیا۔

۱۲۔ مقام ایثار و شہادت پر فخر

آخر کار عقیلہ بنی ہاشم راہ خدا میں اپنے عزیزوں کی شہادت پر فخر کرتی ہیں، شکر اور قدردانی کے

ساتھ اپنے اس تاریخی خطاب کو پایہ تکمیل تک پہونچاتی ہیں:

''حمد وشکر ہے اس پروردگار کے لئے جس نے ہمارے ابتدائی کام کو سعادت ومغفرت سے نزدیک کیا اور اس کے اختتام کو شہادت ورحمت پر ختم کیا۔ ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شہداء کے اجر میں اضافہ اور اس کے کامل ہونے کے خواستار ہیں اور ہمیں ان کا صالح جانشین قرار دے۔ وہ کرم کرنے والا اور دوست رکھنے والا ہے۔ ہمارے لئے پروردگار ہی کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین سرپرست ہے۔''

یزید اس رسا کلام اور حکیمانہ خطاب کے مقابل اتنا لاچار اور ناتواں تھا کہ اس نے صرف اس جملہ پر ہی اکتفا کی: ''یہ ایسی فریاد ہے جو نوحہ گر عورتوں کو ہی زیب دیتی ہے، مصیبت زدہ اور دل سوختہ خواتین کے لئے موت کتنی آسان ہے۔''

★★★★★

نیکی اور صدقہ

امام باقرؑ فرماتے ہیں:

"اَلبِرُّ وَ الصَّدَقَةُ يَنفِيانِ الفَقرَ وَيَزيدانِ فِي العُمرِ وَيَدفَعانِ عَن صاحِبِهِما سَبعينَ مِيتَةَ سوءٍ"

نیکی اور صدقہ، فقر کو دور، عمر میں اضافہ کرتا ہے اور ستر بری موتوں سے بچاتا ہے۔

(من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۶۶)

حدیث امام صادق علیہ السلام:

"صَدَقَةٌ يُحِبُّهَا اللهُ: إصلاحٌ بَينَ النّاسِ إذا تَفاسَدوا، وَتَقارُبٌ بَينَهُم إذا تَباعَدوا"

وہ صدقہ جو خدا کو پسند ہے لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا جب ان میں فساد ہو جائے، اور لوگوں کے درمیان قربت پیدا کرے جب ان میں دوری ہو جائے۔

(کافی ج ۲، ص ۲۰۹)

آہ! عالم با عمل مرحوم شیخ محمد حسین ذاکری

پیشکش: جناب محمد عباس رضوی صاحب

مجاہد کرگل عالم دین حجۃ الاسلام مرحوم شیخ محمد حسین ذاکری صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ اپنے آپ میں ایک بے مثال مفکر، بے نظیر موسس، ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار قوم کے ہمدرد قائد تھے۔

سماج کے ہر میدان میں ان کی خدمات ہیں، انھوں نے اپنے عہد کے تمام سماجی، سیاسی، مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ایک بہترین منتظم، سماجی مصلح اور قومی ہم آہنگی کو فروغ دے کر ایک روشن مینارہ کی حیثیت سے اپنے خطہ کے لوگوں کی راہ نمائی کی۔

پورکیستان جسے آج عرف عام میں کرگل کے نام سے پکارا جاتا ہے، سماجی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے اس قدر پچھڑا ہوا تھا کہ وہاں کی عوام کا ہر دولتمند استحصال کیا کرتا تھا۔ شیخ ذاکری صاحب نے وہاں کے کمزور لوگوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے اور خود اعتمادی کے ساتھ جینے کا سلیقہ اور حوصلہ دیا۔

آپ کی ولادت ۱۹۴۰ء میں ضلع کرگل صوبہ کشمیر کے نواحی گاؤں پرتاپ گنج میں ہوئی جو آج باغ خمینی کے نام سے منسوب ہے، آپ کی ابتدائی عمر بڑی مشکلات اور تکالیف میں گزری، آپ کا تعلق مذہبی خانوادہ سے تھا جو خاندان آخوند محمد ابراہیم کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، ابتدائی تعلیم

اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔

گورنمنٹ اسکول سے چوتھی کلاس پاس کرنے کے بعد پڑھائی چھوڑ دی، گیارہ سال کی عمر میں روزی روٹی کی تلاش میں سپلائی ڈپارٹمنٹ میں کام کرنے لگے۔ اس وقت ڈیکوٹا ہوائی جہاز کے ذریعہ آرمی کا سامان آتا تھا جسے جہاز سے اسٹور تک پہنچاتے تھے، اس کے علاوہ محنت کے مختلف کام انجام دے کر اپنی روزی روٹی کا بندوبست کرتے رہے۔

۱۵ سال کی عمر میں ہی شادی کے بندھن میں بندھ گئے، تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، پھر بھی ہمت نہ ہاری محنت ومزدوری کے ساتھ مدرسہ اثنا عشریہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے، اپنے والد کی دینی تعلیم حاصل کرنے کی تمنا میں گھر کے تمام وسائل اور زمین فروخت کر کے عراق جانے کا ارادہ کیا، اس وقت سفر کی مزید مشقتوں کے باوجود نجف اشرف پہنچے، ہمراہ سفر بیوی بچے ہونے کی وجہ سے رہائش کا بندوبست نہیں ہوسکا چنانچہ زیارت کرنے کے بعد وہاں سے کربلائے معلیٰ تشریف لائے اور ایک چھوٹے سے مکان میں کرایہ پر رہنے لگے۔

شہریہ بہت کم ہونے کی وجہ سے مکان کا کرایہ اور بچوں کا آذوقہ مہیا کرنے میں کافی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس کے علاوہ ناموافق موسمی حالات نے انھیں بیمار کردیا جسکی وجہ سے بیمار پڑ گئے، جس کی وجہ سے ۱۹۷۱ء میں وطن واپس آگئے، اور اپنے وطن کرگل میں تبلیغ وترویج کا قومی ودینی سلسلہ شروع کیا۔

کرگل میں انقلاب اسلامی کوفروغ دینے کے لیے سرگرم عمل رہے، اپنے آبائی گاؤں برو میں انجمن معاون اسلام بروتشکیل دی جس میں نوعمر بچوں کو مذہبی رسومات وتعلیمات کے علاوہ انقلاب خمینی کے مقاصد سے روشناش کرایا شہید مرتضی مطہری اسکول قائم کیا۔ لوگ عصری تعلیم سے ناآشنا تھے انھیں جدید تعلیم کی طرف راعب کیا، الحمدللہ آج ۱۵ شہید مطہری اسکول قوم کے نونہالوں کو زیور تعلیم سے نواز رہے ہیں، چنانچہ یہاں سے فارغ شدہ طلاب حکومت کے مختلف بڑے عہدوں پر فائز ہوکر قوم کی خدمت کررہے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک صحت مند معاشرہ تشکیل دینے کی غرض سے امام محمد باقرؑ کے نام پر باقریہ ہیلتھ کیئر اینڈ ریسرچ سنٹر کا قیام کرکے قوم کے ڈاکٹروں کو مریضوں کی خدمت گزاری کا موقع فراہم کیا۔

جنھوں نے ضلع کے ۴۰ ہزار سے زائد مریضوں کا مفت علاج ومعالجہ کیا، اس کے علاوہ یہ ڈاکٹر قوم کے غریب ونادار مریضوں کی خدمت کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

عاشورہ واربعین کے موقع پر ماتمی جلوس برآمد کرائے۔ مجالس مواعظہ اور سیمینار کے ذریعہ خواب غفلت میں پڑی قوم کو بیدار کیا۔ ۱۹۸۹ میں امام خمینی کی رحلت کے فورا بعد امام خمینی میموریل ٹرسٹ قائم کر کے مذہبی وسیاسی پروگراموں کا انعقاد کیا جس میں زبردست کامیابی ملی۔ اس علاوہ ضلع کرگل کے باشندوں کے درمیان جاری سیاسی تنظیمی اور نظریاتی اختلافات کو ختم کرا کے اتحاد واتفاق قائم کیا، یہاں کے نوجوان عوامی خدمات کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہتے ہیں۔

۲۰۱۴ میں کشمیر کے سیلاب زدہ علاقہ میں رضا کارانہ تعاون دے کر عوام کو مصیبتوں سے نجات دلائی۔

آقا ذاکری نے کرگل کی خواتین میں پوشیدہ صلاحیتوں اور اسلام میں خواتین کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے نام پر زینبیہ ومن ولفیر سوسائٹی کا قیام کر کے نہ صرف کرگل کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولا بلکہ اغیار کی جانب سے کیے جانے والی الزام تراشی کا منھ توڑ جواب دیا۔

چناچہ یہاں کی خواتین کو زندگی کے ہر شعبہ حیات میں فعال بنایا، دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی و معنوی معاشرہ تشکیل دینے کے لیے جامعہ امام خمینی کی بنیاد رکھی، چناچہ یہاں کے فارغ طلبہ ایران وعراق میں اعلی تعلیم حاصل کررہے ہیں، ساتھ ہی خواتین کی اعلی تعلیم کے لیے جامعہ فاطمۃ الزہرا قائم کیا گیا۔ جس میں سیکروں بچیاں اسلامی تعلیم حاصل کر کے دوردراز کے علاقوں میں تبلیغی فرائض انجام دے رہی ہیں۔

غرض کہ مرحوم ذاکری صاحب کے تمام کارناموں کا شمار کرنا مشکل ہے جو انھوں نے قوم کے لیے انجام دیے ہیں خصوصا ضلع کرگل میں جدید تعلیم کے لیے مطہری اسکول کا قیام جو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا، وہ ایک روشن ضمیر انقلابی اور مصلح قوم تھے۔ کرگل کی قوم کو اوپر اٹھانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان کے اس سانحہ ارتحال کی خبر سن کر پوری قوم رنج وغم میں ڈوبی ہوئی ہے، چنانچہ ملک اور بیرون ملک کی سبھی مذہبی سیاسی وسماجی تنظیموں کے سربراہوں علما و دانشوروں نے اظہار تعزیت پیش کی ہے۔

★★★★★

سرورِ کائنات کی چالیس سالہ خاموش زندگی پر ایک نظر

عالیجناب مولانا سید علی حماد صاحب فیض آبادی

حضورؐ کی عمر مبارک ترسٹھ سال ہوئی جس میں سے چالیس سال آپ نے بغیر اعلان نبوت گذارے اور تیئس سال تبلیغ فرمائی۔ پہلی نظر میں اس جائزہ اور تجزیہ میں یہ بات قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے کہ عمر کا اکثر حصہّ صرف تبلیغ کیوں نہ ہوا؟ اگر ایسا ہوتا تو زیادہ بہتر نتائج پیدا ہوتے۔

اور یہ شبہہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جناب عیسیٰؑ گہوارہ ہی سے اعلان نبوت فرماتے ہیں لیکن دقت نظر سے دیکھنے والا محسوس کرے گا کہ جناب عیسیٰؑ کو ماں کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے بولنا پڑا جبکہ حضورؐ کو ایسی کوئی ضرورت لاحق نہ تھی۔

یہ سوچنا غلط ہے کہ زمانہ تبلیغ دشوار گذار زمانہ تھا اور عہد خاموشی، دور سہولت تھا، لہٰذا مشکل کو کم رکھا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ لاکھوں مصائب کے باوجود عہد تبلیغ خاموش زندگی کے بہ نسبت زیادہ خوشگوار زمانہ تھا، کیونکہ ہادیؑ اپنے دل کی بات کہنے کا موقع پا رہا تھا۔ مصائب کی آگ میں کردار کا کندن اور چمکتا جاتا تھا نا کامیاں مرسلِ اعظمؐ کے حوصلوں کو قوی سے قوی تر بناتی جاتی تھیں اور حضورؐ کو لمحہ بہ لمحہ تسکین ہوتی جاتی تھی کہ لوگ مانیں یا نہ مانیں میں اپنے فرض سے بجا طور رعہدہ برآ ہو رہا ہوں۔

مزید برآں جیسے جیسے کفر ٹوٹتا جاتا تھا ہادیؑ کی مسرتوں میں اضافہ بھی ہوتا جاتا تھا اس کے برخلاف چالیس سال خاموش زندگی حضورؐ کی زندگی کا مشکل ترین حصہّ ہے کیونکہ معمارِ قوم جب اپنے

چاروں طرف انسانیت کے تباہ شدہ اور تباہ کن کھنڈروں کو دیکھتا ہے مگر اُف کرنے کا موقع نہیں پاتا، خصوصاً جب یہ احساس بھی تیز سے تیز تر ہوجاتا ہے کہ اگر مجھے اجازت مل جائے تو انسانیت کے انھیں گلے سڑے تختوں سے حیات انسانیت کا سفینہ تیار ہوسکتا ہے۔قوم گری کی مٹی میں ابھی نمی باقی ہے، مدت گذرنے پر ممکن ہے کہ خشک ہوجائے، یہ خوف بھی بڑھتا جاتا ہے۔

سوچنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اندازہ لگائیں کہ اگر ہم میں سے کسی کو چوبیس ۲۴ گھنٹے کسی مزبلہ پر بٹھلا دیا جائے اور یہ پابندی بھی لگادی جائے کہ پھیلی ہوئی بدبو میں ناک پر کپڑا بغیر سانس لو تو ہمارے لئے چوبیس گھنٹے سال بن جائیں گے یا پھر قوتِ شامہ ّ کی تمیز نیک و بد ختم ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں شامہ ّ فطرت کا دیار چھوڑ کر مزبلہ کی بدبو کے کفر سے ہم آہنگ ہوجائے گی۔

اس کے برخلاف حضورؐ چالیس سال تک انسانی مذموم اخلاق کے جاہلی مزبلہ پر خاموش زندگی بسر کرتے ہیں نہ انسانی کردار کی یہ روح عطر تڑپ کر جان دیدیتی ہے، نہ جاہلی معاشرہ میں حضورؐ جذب ہوتے ہیں، بلکہ قبل اعلان اسلام، ہر قدم اسلام کے مطابق یوں بسر کرتے ہیں کہ کفر قبل اعلان اسلام، آپ سے ناخوشگوار تعلقات کا شاکی نہیں، اور بعد اعلان اسلام یہ کہنے کی ہمّت نہیں پاتا کہ آپؐ کبھی ہمارے جیسے تھے، ورنہ سورۂ کافرونؑ کے اعلان: "لا اعبد ما تعبدون" (میں نے کبھی تمھارا مذہب اختیار نہیں کیا) پر کفر خاموش نہ رہتا۔

غرض کہ مذکورہ بالا ماحول میں حضورؐ جو گھٹن محسوس کرتے تھے اس پر مشیت الٰہی کے لئے جذبۂ تسلیم و رضا کے ذریعہ قابو پانا صرف آپ ہی کا کام تھا، اعلان نبوت کے دن حضورؐ کو وہی مسرّت حاصل ہوئی تھی جو کسی شخص کو اس کی دیرینہ تمناّ پوری ہونے پر حاصل ہوتی ہے، البتہ اعلان نبوت سے پہلے حضورؐ جس ذہنی تکلیف اور روحانی تشویش میں اپنے آپ کو پاتے تھے۔شاید "ما اوذی نبی قسط کما اوذیت" (جتنی اذیتیں مجھے پہونچیں کسی دوسرے نبی کو نہیں پہونچیں) کے فقرہ میں بھی ان کی طرف اشارہ ہو، اور اگر یہ سمجھا جائے کہ ماحول کی درگت جذبۂ اصلاح کی بیتابی کے درمیان حضورؐ نا قابل برداشت اذیتیں محسوس فرماتے تھے تو آبادی چھوڑ کر غارِ حرا میں جا بیٹھتے تھے، غار حرا کی گوشہ نشینی کے بارے میں یہ سمجھنا غلط ہے کہ جس طرح ہم میں سے کوئی بھی کسی تقریر، مقالہ، مضمون یا نظم کی تیاری

کے لئے تخلیہ چاہتا ہے اسی طرح حضور بھی ہدایت کی منصوبہ بندی کے لئے غار حرا کی خلوت پسند فرماتے تھے، یہ خیال بھی نبیؐ کو اپنا جیسا سمجھنے کا نتیجہ ہے، بلکہ اس گوشہ نشینی کا مقصد یہی تھا کہ منظر جب نا قابل برداشت ہو جائے تو اس کے نظارہ سے ہٹ جانے ہی میں سکون ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں یہ بات ہر شخص کے لئے قابل یقین بن جاتی ہے کہ عہد خاموشی عہد تبلیغ سے زیادہ کربناک اور اذیت رسان تھا، اور مشکل پسند نبیؐ نے یہ روش ایک عظیم مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اختیار کی تھی اور وہ عظیم مقصد یہ تھا کہ انبیاء ماسبق نے ثبوتِ نبوت میں معجزات پیش کئے تھے، کیونکہ عقل انسانی اس وقت تک ایسی تعلیم وترقی، تہذیب وتمدن اور بیداری تک نہ پہونچی تھی کہ عقلوں کو حیرانی میں ڈالے بغیر حق کی راہ دکھائی جاسکتی۔

آپ خود سوچیں جب جناب ابراہیمؑ خدا کی صفت، زندہ مردہ کرنا، مردہ کو زندہ کرنا بتاتے ہیں اور نمرود دو قیدیوں کو آزاد اور دو قیدیوں کو قتل کر کے اپنی خدائی ثابت کرتا ہے، نمرود کی یہ شعبدہ بازی قابل توجہ نہیں ہے بلکہ قابل حیرت درباریوں کے وہ ذہن ہیں جنھوں نے شعبدہ کو حقیقت مان لیا تھا۔ اور نمرودی کرتب کے بعد اسکی خدائی کے سامنے سربسجود تھے ایسی عقل والوں کو صرف معجزہ کے ذریعہ حیران کر کے ہی حق منوایا جاسکتا تھا دلائل کی نازک پنکھڑیاں ان پتھریلی عقلوں پر کیا اثر ڈال سکتی تھیں۔

فرعونی فرعون کو اپنا جیسا انسان دیکھتے آئے پھر بھی اپنا خدا مان لیتے ہیں، فرعون کو موسیٰ کی ولادت کے خطرے سے پریشان دیکھنے کے باوجود بھی ان کی نظر میں فرعون ان کا خدا رہتا ہے۔ خود فرعون کا گھر بچہ سے خالی ہے، مگر عقل سے خالی فرعونی اب بھی اس کو خالق مانتے ہیں، ایسے بے عقلوں کو صرف عصائے موسیٰ ہی درست کرسکتا تھا، ورنہ لوگ بات کے آدمی نہ تھے۔

اس کے برخلاف حضورؐ کو جو مذہب پیش کرنا تھا اسے قیامت آنے تک انسانوں کی قیامت خیز ترقیوں کے باوجود تر و تازہ رکھنا تھا، لہٰذا آپ نے زمانۂ تبلیغ میں بھی جا بجا بے شمار معجزے انبیاء ماسبق کی طرح دکھلائے۔ لیکن تبلیغ کے پہلے دن دعوائے نبوت کے ثبوت میں کسی معجزہ کو پیش نہیں فرمایا۔

بلکہ اپنی گذشتہ چالیس سالہ خاموش زندگی کو اپنے دعوے کی سچائی کا گواہ بنایا اس طریقہ

استدلال نے کل بھی اور آج بھی ہر مخالف اسلام کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ نبیؑ کے کردار میں کوئی نقص کوئی عیب سوتے جاگتے عمداً سہواً، واقعاتاً یا بطور مذاق کسی طرح بھی نکال سکیں تو دعوای نبوت خود بخود واپس ہو جائے گا، ضرورت زبان ہلانے کی تھی کہ دامن نبوت پر عیوب کے الزام لگائے جاتے مگر دشمنوں کے نیزے ہلے، زبانیں نہ ہل سکیں۔

حضورؐ کو غیر صادق ثابت کرنے کے لئے آپ کی زندگی میں ایک عیب نکالنا کافی تھا نبوت یک قلم مسترد ہو جاتی ،مگر ہزاروں نے سر قلم کرائے لیکن حضورؐ کے کردار پر ایک نقطہ نہ رکھ سکے، تیر چلے مگر الزام کے تیر نہ چلائے جا سکے، کردار کو دعویٰ کے ثبوت میں اس لئے پیش کیا کہ یہ اپنے مثبت پہلو (خوبیٔ کردار) اور منفی پہلو (عیب سے خالی کردار) دونوں رخوں سے دعویٰ نبوت کو ثابت کرتا ہے علاوہ ازیں پھر معجزہ کچھ مدت کے بعد روایت بن جاتا ہے، جس پر شک کرنا ممکن ہے، نیز معجزہ مشکل کو آسان بناتا ہے نہ کہ محال کو ممکن بنانا۔ لہٰذا کبھی یہ بھی ممکن تھا کہ حضورؐ کے پیش کردہ معجزہ کو سائنسی طاقتوں کے ذریعہ کر دکھایا جاتا جس طرح حضورؐ لعاب دہن لگا کر میدان خیبر میں جناب امیرؑ کو شفا بخشتے ہیں اور طبیب دوائیں دیکر آشوب چشم دور کر سکتا ہے۔

> حضورؐ نے چالیس سالہ خاموش مگر بے عیب زندگی بسر کی تھی، عمارت جتنی بلند بنانا مقصود ہوتی ہے، نیو اور بنیاد اتنی ہی گہری اور مضبوط بنائی جاتی ہے حضورؐ کو معلوم تھا کہ آپکو تبلیغ کی ۲۳ منزلہ ایسی بلند عمارت تیار کرنا ہے جو قیامت کی سرحدوں کو چھو لے۔

اگر چہ پھر بھی یہ فرق تا قیام قیامت نہ مٹے گا دواؤں کے وسائل سے اور ان کی تاثیر کی مدّت سے آزاد و بے نیاز ہو کر لعاب دہن کی انگلی پھیرتے ہی آشوب چشم کو دور کرنا سائنسی طاقتوں کے لئے ممکن نہ ہوگا مگر پھر بھی ضدی ذہنوں کو یہ کہنے کا موقع مل سکتا تھا کہ جو نبیؑ نے کیا وہ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور معجزات کا وزن گھٹ جاتا، جس کے بعد نبوت کا پلہّ بھی ہلکا ہو جاتا۔

لہٰذا حضورؐ نے اعلان تبلیغ کے دن معجزہ نفس (بے عیب کردار کو) پیش کیا کہ جب تک نفس انسانی

باقی ہے، اس معجزہ کی تاثیر بھی تازہ اور زندہ رہے گی اور اس معجزہ پر طویل زمانہ گذرنے کے باوجود روایت کے نام پر شک کا کیچڑا چھالنے کا موقع نہ ملے گا۔ بلکہ جب تک نام محمدؐ اور وجود محمدؐ مسلمہ تاریخ رہے گا حضورؐ کا یہ دعویٰ کہ ''میرے کردار میں عیب نکالو، تو میں خود تسلیم کرلوں کہ میں نبی نہیں ہوں'' اور کردار کے چشم دید گواہوں کا حضورؐ کے چیلنج کے جواب میں عاجز ہوکر مرمٹنے کی کوشش کرنا میدان جنگ میں بار بار بھاگ کر بے حیائی سے آنا مگر کردار نبیؐ کا مقابلہ نہ کرنا بھی ایک تاریخی حقیقت رہے گی، جب تک تاریخ زندہ ہے نام محمدؐ زندہ ہے، جب تک نام محمدؐ زندہ ہے آپکا بے عیب کردار پائندہ ہے۔

اسی عظیم فائدہ کو حاصل کرنیکے لئے حضورؐ نے چالیس سالہ خاموش مگر بے عیب زندگی بسر کی تھی ہر بچہ بھی جانتا ہے کہ عمارت جتنی بلند بنانا مقصود ہوتی ہے، نیو اور بنیاد اتنی ہی گہری اور مضبوط بنائی جاتی ہے حضورؐ کو معلوم تھا کہ آپکو تبلیغ کی ۲۳ منزلہ ایسی بلند عمارت تیار کرنا ہے جو قیامت کی سرحدوں کو چھولے لہٰذا آپ نے اس کی چالیس منزل گہری مضبوط بنیاد قائم کی۔''

چنانچہ تیئیس سالہ تبلیغی کامیابیوں پر چالیس سالہ خاموش زندگی کی چھاپ ہے۔

یہ ایک ہلکا اشارہ ہے ورنہ خدا کی باتیں نبیؐ جانے اور نبی کی باتیں خدا جانے، آنکھ بس اتنا کہتی ہے جتنا دیکھتی ہے۔

★★★★★

امام حسنؑ کی عبادت اور سخاوت

امام حسن علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ آپ نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد سے طلوع آفتاب تک کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے بس یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔

آپ نے تقریباً پچیس بار حج بیت اللہ پا پیادہ کیا ہے۔

اور دو بار اپنے اموال کو راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ (اپنی دولت کا نصف راہ خدا میں صرف کر دیا)

(بحار، ج ۴۳، ص ۳۴۹)

کمال صبر انساں

جناب ذکی آحمد صاحب

صفیں آراستہ کرلیں عزائے شاہ ذیشاں کی
حسینؑ ابن علیؑ کا ذکر ہے پہچان ایماں کی

اسی مظلوم نے ملت کو پھر سے زندگی بخشی
وگرنہ ہوچکی ہوتی یہ زینت طاق نسیاں کی

زباں پر نام آتے ہی عجب اک ہوک اٹھتی ہے
نہیں لفظوں میں ممکن ترجمانی سوز پنہاں کی

مسلمانوں کے ہاتھوں کربلا میں روز عاشورہ
تباہی دیکھتا کوئی محمدؐ کے دبستاں کی

حجاب احمد مرسلؐ نے کچھ ایسی ہوا بدلی
ہوس میں زر کی امت نے بھلا دی یاد یزداں کی

خلافت رفتہ رفتہ ایسے دیوانوں کے ہاتھ آئی
صفت رکھتے تھے جو اکثر بہائم اور حیواں کی

کریں بیعت گوارا یا شہادت حکم حاکم تھا
جھکیں یا مر مٹیں شبیرؑ خواہش تھی یہ شیطاں کی

پسر خیبر شکن کا اور شر کے سامنے جھکتا
کہاں آلؑ محمدؐ اور بیعت آل سفیاں کی

یہی حالات تھے جن میں محمدؐ کے نواسے نے
اعزا کی احبا کی خود اپنی جان قرباں کی

رضائے حق میں کچھ ایسا تھا جذبہ جان دینے کا
بڑا بوڑھا تھا یا بچہ، کسے پروا بھلا جاں کی

نبی کی آل تھی بے آب ودانہ کلمہ گویوں میں
نہ تھا کوئی کہ پیاس آکر بجھاتا سوختہ جاں کی

جو ننھا جاں بلب بچہ تھا تیرے روبہ رواس کو
طلب پانی کی تھی اے حرملہ یا آب پیکاں کی

عرب کی میزبانی کی بڑی تعریف سنتے تھے
مگر اے کوفیو! تم نے عجب توقیر مہماں کی

اُدھر فوج یزیدی میں تھے شامل کچھ صحابہ بھی
اِدھر بے چین تھیں روحیں ابوذر اور سلماں کی

ستم یہ تھا کہ تھے حفاظ بھی اعدا کے ہمراہی
ہوس میں مال کی ان کو نہ کچھ پروا تھی عصیاں کی

اگر وہ بھول بیٹھے تھے رسول اللہؐ کی باتیں
وہ کیسا بے بسی کا وقت ہوگا بعد شہ، سوچو!
یزیدی بھیڑیوں کی میتیں دفنائی جاتی تھیں
سر دربار ننگے سر، محمدؐ کی نو اسی تھی
نہ اتنے پر کیا بس، اے شہ بطحا، تری عترت
ہوئے خود جاں بحق تسلیم، لیکن رہ گئی باقی
اسی کے نام سے وابستگی پر فخر ہے مجھ کو
ذکیؔ اتنے مصائب پر بھی نظم وضبط سرور سے

شہادت کیا نہ تھی کافی انہیں آیاتِ قرآں کی
ڈرے سہمے ہوئے بچے وہ سنسانی بیاباں کی
پڑی تھی لاش بے سر، ان میں دوعالم کے سلطاں کی
الہی بعد احمدؐ کیا ہوئی غیرت مسلماں کی
اٹھاتی ہی رہی برسوں صعوبت طوق وزنداں کی
دلوں پر حکمرانی تا ابد فخر سلیماں کی
کہ جس کے فیض سے اب تک بنا قائم ہے ایماں کی
حدیں معلوم ہوتی ہیں کمال صبر انساں کی

★★★★★

امام حسن مجتبیٰؑ اور خوف الٰہی

مرحوم شیخ صدوق امام جعفر صادقؑ سے روایت فرماتے ہیں کہ:

حسنؑ بن علیؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد اور زاہد تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ جب حج خدا کو جاتے تو پیدل جاتے تھے اور کبھی کبھی پا برہنہ حج بیت اللہ کو تشریف لے جاتے۔

جب آپ موت کو یاد کرتے تو خوب گریہ کرتے تھے، قبر کی تنہائی کو یاد کرتے تو خوب گریہ کرتے تھے، قیامت کے حساب وکتاب کو یاد کرتے تو خوف خدا سے گریہ فرماتے تھے، پل صراط سے گذرنے کا منظر سوچتے تو خوب گریہ کرتے تھے، جب محشر میں خداوند منان کے سامنے پیش ہونے کے منظر کو یاد کرتے تو اتنا گریہ کرتے کہ روتے روتے آپ زمین پر گر جایا کرتے تھے، جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا پورا بدن کانپنے لگتا تھا، جب آپ کے سامنے جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا تو آپ مضطرب ہوجاتے اور سرگرداں ہوتے ہوئے خداوند عالم سے جنت میں جانے کی خواہش اور جہنم سے امان کی دعا فرماتے تھے، جب قرآن کی تلاوت فرماتے اور "یا ایھا الذین آمنوا" پر پہونچتے تو "لبیک اللھم لبیک" فرماتے تھے، اور ہمیشہ جب بھی آپؑ کو کوئی دیکھتا تو آپؑ کو ذکر خدا میں مشغول پاتا، آپؑ دنیا میں سب سے بڑے سچے اور کلام کرنے میں سب سے فصیح تھے۔ (بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۳۳۱)

حج کے دوران ہونے والے حادثات پر ایک اجمالی نگاہ

ہر برس دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ بیس لاکھ سے زائد افراد کے اس عظیم الشان اجتماع کے لئے ضروری انتظامات سعودی عرب حکومت کی شرعی اور اسلامی ذمہ داری ہے، اسلامی ممالک کی جانب سے حجاج کے لئے بہترین انتظامات کی اپیل کے باوجود سعودی حکومت اس ذمہ داری کو کما حقہ انجام دینے میں ناکام رہی ہے اور ہر سال حج کے موقع پر کسی نہ کسی تلخ حادثہ کا اندیشہ لاحق رہتا ہے، حج کے دوران اب تک ہونے والے بڑے حادثات منیٰ کے میدان میں وقوع پذیر ہوئے، ۲۴ ستمبر ۲۰۱۵ء کے علاوہ حج کے دوران ہونے والے سانحات کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

☆ ۱۱ ستمبر ۲۰۱۵ کو مناسک حج کے آغاز سے کچھ روز قبل حرم شریف میں نصب کرین خراب موسم اور طوفان بادوباراں کے باعث نیچے آ گری جس کی وجہ سے ۱۰۷ افراد شہید اور ۴۰۰ سے زائد زخمی ہو گئے۔

☆ جنوری ۲۰۰۶ کو منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران حاجیوں میں بھگدڑ مچ جانے کے باعث ۳۶۰ حاجی شہید ہو گئے۔

قبل ازیں مناسک حج کے آغاز سے ایک روز قبل حرم شریف کے قریب واقع ایک آٹھ منزلہ ہوٹل گرنے سے ۷۳ افراد شہید ہو گئے جن میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو حج کے لئے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

☆ ۲۲ جنوری ۲۰۰۵ء کو منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران بھگدڑ کے باعث ۳ افراد شہید ہو گئے۔

☆ یکم فروری ۲۰۰۴ء کو منیٰ میں بھگدڑ مچنے سے ۲۵۰ افراد شہید اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔

☆ ۱۱ فروری ۲۰۰۳ء کو منٰی میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران بھگدڑ مچنے سے چھ خواتین سمیت ۱۴ حاجی شہید ہو گئے۔

☆ ۵ مارچ ۲۰۰۱ء کو منیٰ میں ہی بھگدڑ مچنے کے باعث ۳۵ حاجی شہید ہو گئے۔

☆ ۹ اپریل ۱۹۹۸ء کو منیٰ میں بھگدڑ سے ۱۱۸ حاجی شہید زخمی ہوئے۔

☆ ۱۵ اپریل ۱۹۹۷ء کو منٰی کی خیمہ بستی میں آگ بھڑک اٹھنے کے باعث ۳۴۳ حاجی شہید اور ۱۵۰۰ سے زائد زخمی ہو گئے۔

☆ ۲ جولائی ۱۹۹۰ء کو منٰی میں حاجیوں کے لئے بنائی گئی سرنگ میں ہوا کی آمد ورفت کو کنٹرول کرنے والے نظام میں خرابی کے باعث ۱۴۲۶ حاجی دم گھٹنے کے باعث شہید ہو گئے جن میں غالب اکثریت ایشیائی باشندوں کی تھی۔

☆ ۱۰ جولائی ۱۹۸۹ء کو حرم شریف اور اس کے بیرونی حصے میں دو حملوں کے دوران ایک شخص شہید اور ۱۶ زخمی ہو گئے۔ اس واقعہ کے ذمہ دار ۱۶ کویتی باشندوں کو گرفتار کر کے چند ہفتوں بعد سزائے موت دے دی گئی۔

☆ ۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء کو سعودی عرب کی سکیورٹی فورسز نے ایرانی حاجیوں کی جانب سے غیر قانونی احتجاجی مظاہرے کو فرو کرنے کے لئے کارروائی کی جس کے نتیجے میں ۲۷۵ ایرانی باشندوں سمیت ۴۰۰ سے زائد افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

☆ دسمبر ۱۹۷۵ء کو گیس سلنڈر کے باعث آگ بھڑک اٹھنے سے حاجیوں کی خیمہ بستی میں ۲۰۰ سے زائد حاجی شہید ہو گئے۔

سعودی حکومت ایرانی شہریوں کو حج جیسے عظیم الہی فریضے سے محروم کرنے کی ذمہ دار ہے

حجت الاسلام قاضی عسکر

حج کے امور میں ولی فقیہ کے نمائندے اور ایرانی عازمین حج کے سرپرست حجت الاسلام قاضی عسکر نے کہا ہے کہ ایران کے محکمہ حج وزیارت کے حکام نے حج کے عظیم الہی فریضے کی انجام دہی کے لئے اپنی پوری کوشش کی لیکن سعودی حکومت نے ایرانی شہریوں کو حج کی سعادت سے محروم کر دیا۔

ایرانی حج مشن کے حکام آبرومندانہ اور باعزت اور ایرانی عوام کی شان کے مطابق حج کرنا چاہتے ہیں۔ حج کے انتظام میں سعودی حکام کی نااہلی، بے تدبیری، کوتاہیوں اور ہر سال حج کے دوران پیش آنے والے حادثات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے حادثوں سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اسلامی ملکوں پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو حج کا انتظام صحیح طریقے سے چلا سکے۔

ایرانی عازمین حج کے سرپرست نے پہلے بھی سعودی حکام کو خبردار کیا تھا کہ وہ مناسک حج کی ادائیگی کو سیاسی معاملہ نہ بنائیں۔

واضح رہے کہ گذشتہ برس حج کے موقع پر رمی جمرات کے وقت سعودی حکام کی نااہلی کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں کے آٹھ ہزار سے زائد حاجی شہید ہوگئے تھے جن میں چارسو چونسٹھ ایرانی حاجی بھی شامل تھے۔

بحرین کی شاہی حکومت کو شیعہ رہنما کا انتباہ

بحرین کی جمعیت وفاق ملی کے اسیر رہنما شیخ علی سلمان نے عوام کے خلاف شاہی حکومت کے ظالمانہ اقدامات کی بابت سخت خبردار کیا ہے۔

جیل سے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے نام اپنے ایک پیغام میں انہوں نے کہا ہے کہ آیت اللہ شیخ عیسی قاسم کی شہریت سلب کئے جانے بعد سے ملک کی اکثریتی شیعہ آبادی کے خلاف شاہی حکومت کے ظالمانہ اقدامات میں زبردست اضافہ ہوگیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ بحرین کے عوام ملک میں انصاف اور سماجی مساوات کے خواہاں ہیں اور عالمی برادری سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مقصد کے حصول میں ان کا ساتھ دے، بحرین کے اسیر سیاسی رہنما کا کہنا تھا کہ جمہوری مطالبات کے حق میں بحرین کے عوام کے پرامن مظاہرے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اور ہمیں عالمی برداری سے توقع ہے کہ وہ بحرین کی شاہی حکومت کو عالمی قوانین اور ضابطوں پر عمل درآمد کا پابند بنانے کے لیے اس پر لازمی دباؤ ڈالے گی۔

قابل ذکر ہے کہ بحرین کی شاہی حکومت نے ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت جمعیت وفاق ملی کے سربراہ شیخ علی سلمان کو سن ۲۰۱۵ میں بے بنیاد الزامات کے تحت چار سال قید کی سزا سنائی تھی جسے بڑھا کر نو سال کر دیا گیا ہے، بحرین کی شاہی حکومت کے اس فیصلے پر انسانی حقوق کی تنظیموں

نے سخت ردعمل ظاہر کیا تھا۔

بحرین کی شاہی حکومت نے ملک کی اکثری شیعہ آبادی کے ہردل عزیز مذہبی رہنما آیت اللہ شیخ عیسی قاسم کی شہریت بھی منسوخ کردی ہے اور پچھلے دو ماہ سے زیادہ عرصے سے ان کے آبائی ٹاؤن الدراز کا محاصرہ بھی کررکھا ہے۔

بحرین میں فروری ۲۰۱۱، سے عوامی تحریک جاری ہے اور اس ملک کے عوام سیاسی اصلاحات، آزادی وانصاف کے قیام اور سماجی ناانصافیوں کے خاتمے کا مطالبہ کررہے ہیں، لیکن بحرین کی شاہی حکومت عوامی مطالبات پورے کرنے کے بجائے سعودی فوجیوں کے ساتھ مل کر ملک میں جاری پرامن جمہوری تحریک کو کچلنے کی کوشش کی کررہی ہے۔

سعودی حکومت کے جنگی جرائم میں اقوام متحدہ کا کردار

اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان "سیسیل بوئی" نے کہا ہے کہ یمن کے خلاف سعودی عرب کی جنگ میں چھبیس مارچ دو ہزار پندرہ سے بائیس ستمبر دو ہزار سولہ تک مرنے والوں کی تعداد تین ہزار آٹھ سونوے سے زیادہ ہے جبکہ چھ ہزار نوسو نوافراد زخمی بھی ہوئے ہیں۔

سیسیل بوئی نے ایسی حالت میں ان اعداد وشمار کا اعلان کیا ہے کہ یمنی ذرائع نے یمن میں شھید ہونے والے عام شھریوں کی تعداد تقریبا آٹھ ہزار اور زخمیوں کی تعداد بھی تقریبا تیس ہزار کے قریب بتائی ہے۔

اقوام متحدہ اور یمنی ذرائع کے اعداد وشمار میں جو بہت بڑا اختلاف موجود ہے اس سے قطع نظر، اقوام متحدہ کے ان ہی اعداد وشمار کو بھی اگر بنیاد بنایا جائے تو سعودی عرب جنگی جرائم، امن وسلامتی کے خلاف جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کا مرتکب ہوا ہے۔

اقوام متحدہ کے ہائی کشمنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان کے اس اعتراف کے باوجود، اس عالمی ادارے نے اب تک یمن میں سعودی عرب کے جرائم کے بارے میں کوئی اقدام نہیں کیا ہے، ایک اہم قدم جو اب تک اقوام متحدہ نے اٹھایا وہ یمن میں بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کی فھرست میں سعودی عرب کا نام شامل کیا جانا تھا تاہم آل سعود اور اس کے

اتحادیوں کی جانب سے دھمکیاں دیئے جانے کے بعد سعودی عرب کا نام اس فہرست سے نکال دیا گیا۔

اقوام متحدہ سعودی عرب کے خلاف جو اہم قدم اٹھا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یمن کے مظلوم اور نہتے عوام کے خلاف وحشیانہ مظالم اور جنگی جرائم کے سبب بین الاقوامی فوجداری عدالت میں آل سعود کے خلاف مقدمہ دائر کرے، بین الاقوامی فوجداری عدالت کے منشور کے مطابق جنگی جرائم، امن و سلامتی کے خلاف جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم، حکام سے عدالتی استثنائات اور تحفظات سلب ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

اس امر کے پیش نظر کہ سعودی عرب نے بین الاقوامی فوجداری عدالت کے منشور پر دستخط نہیں کئے ہیں، یہ اقدام بھی اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اور یا سلامتی کونسل کے توسط سے انجام پانا چاہئے، لیکن جب اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری سعودی عرب کا نام بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کی فہرست میں شامل نہیں کر سکے تو پھر اس کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ آل سعود کے جرائم کا کیس بین الاقوامی فوجداری عدالت میں بھیج سکیں گے۔

اسی طرح اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے توسط سے بھی یہ کام انجام پانا بعید معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس کونسل کے بعض مستقل ممبر ممالک خاص طور پر امریکہ یمن کے خلاف جنگ کے حامیوں میں ہے۔

ان تمام صورتحال کے پیش نظر ہی یمن کی تحریک انصار اللہ کے ترجمان محمد عبدالسلام نے سوشل نیٹ ورک فیس بک پر یمن کے خلاف سعودی جارحیت پر اقوام متحدہ کی خاموشی کو انتہائی قابل مذمت فعل قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ یمن پر سعودی بمباری اور جارحیت پر اقوام متحدہ کی خاموشی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادارہ دنیا کی قوموں پر ایک بوجھ بن گیا ہے اور عالمی قوانین کے تحفظ کے نام پر قوموں کو نابود کرنے پر تلا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے توسط سے بین الاقوامی قوانین پر عملدرآمد اسی صورت میں

ہوسکتا ہے جب بڑی طاقتوں کی اجارہ داری اس پر ختم ہوجائے۔

یورپ سے صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی عالمی تحریک کا آغاز

میڈرڈ، کیڈز اور والینشیا سمیت اسپین کے دسیوں شہر صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی عالمی تحریک بی ڈی ایس میں شامل ہوگئے ہیں۔

غاصب صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی فلسطینی کمیٹی کے اعلان کے مطابق یورپ کے پچاس سے زائد شہروں کی کونسلوں نے اسرائیلی اپارتھائیڈ سے آزاد علاقوں میں شمولیت کا اعلان کردیا ہے، اسرائیل کے بائیکاٹ کی قومی فلسطینی کمیٹی نے اس کو صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی عالمی تحریک بی ڈی ایس کے لئے ایک بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق جن یورپی شہروں نے غاصب صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی عالمی تحریک بی ڈی ایس میں شمولیت کا اعلان کیا ہے ان میں میڈرڈ، کیڈز، اور والینشیا سمیت دسیوں ہسپانوی شہر بھی شامل ہیں۔ غاصب صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی قومی فلسطینی کمیٹی نے اسپین کے مختلف علاقوں میں اسرائیلی اپارتھائیڈ سے آزادی کی کمپین شروع کی ہے جس کو اسپین کی بلدیاتی کونسلوں، تعلیمی اداروں اور سماجی تنظیموں کی حمایت حاصل ہے۔

اسرائیل کے بائیکاٹ کی قومی فلسطینی کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ اس کمپین نے انیس سو اسی کے عشرے میں جنوبی افریقا کی اپارتھائیڈ کی مخالف تحریک کی شکل اختیار کرلی ہے۔

قابل ذکر ہے کہ یورپ اور امریکا کے بہت سے سیاسی و سماجی کارکنوں نے صیہونی حکومت کے بائیکاٹ کی عالمی تحریک بی ڈی ایس کا خیر مقدم کیا ہے۔

ایران، فلسطینیوں کی حمایت مذہبی اور لسانی بنیادوں پر نہیں بلکہ انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر کررہا ہے۔

ایرانی صدر حسن روحانی نے فلسطینی عوام کے درد و آلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایران فلسطینیوں کی حمایت جاری رکھے گا، ایران کی طرف سے فلسطینیوں کی حمایت کسی قوم، نسل اور زبان کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور ایران انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر فلسطین کے

مظلوم عوام کی حمایت جاری رکھے گا۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر حسن روحانی نے ونزوئلا میں ناوابستہ تحریک کے رکن ممالک کے سربراہی اجلاس سے خطاب میں ناوابستہ

تحریک کے رکن ممالک کی ۴ سالہ صدارت کو دوست ملک ونزئلا کے حوالے کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کے ہمراہ ناوابستہ تحریک کے بعض رکن ممالک بھی دہشت گردوں کی حمایت اور دہشت گردی کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کررہے ہیں۔ جبکہ دہشت گردی عالمی خطرہ ہے اور اس کا ملکر مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

صدر حسن روحانی نے کہا کہ ناوابستہ تحریک مستقل ممالک کا ایک مستقل ادارہ ہے اور اس کے تمام اساسی اور بنیادی اہداف اس طرح مرتب کئے گئے ہیں جو تمام ممالک کے لئے بنیادی اور اساسی معیاروں کے عنوان سے پہچانے جاتے ہیں یہ معیار تمام ممالک کی ارضی سالمیت اور حاکمیت کے ضامن ہیں۔

ایران انقلاب اسلامی کے بعد ناوابستہ تحریک کے اہداف اور اصولوں کے مطابق لاشرقیہ ولا غربیہ کی پالیسی پر گامزن ہے اور ملک کے اندر اور باہر امن و صلح کے سلسلے میں اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔

ایران نے شام اور عراق میں دھشت گردی کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں ہمسایہ ممالک کی درخواستوں پر ان کی مدد کی، ایران باہمی احترام کی بنیاد پر تمام علاقائی اور عالمی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات اور بہتر تعاون کا خواہاں ہے۔

ناوابستہ تحرک کے بعض رکن ممالک عالمی سامراجی طاقتوں کے ہمراہ ناوابستہ تحریک کے بعض دوسرے رکن ممالک کے لئے مشکلات کا سبب بنے ہوئے ہیں شام، عراق، یمن، لیبیا اور بحرین کے عوام شدید مشکلات سے دوچار ہیں، عالمی سامراجی طاقتوں اور ان کے اتحادیوں نے ان کے لئے شدید مشکلات پیدا کی ہیں اور سامراجی طاقتوں نے مذکورہ ممالک کے کئی ملین انسانوں کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

★★★★★